الہلال

جلد ۱

۱۲

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت فی پرچہ پانچ آنہ

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالی گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول - -	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے - -	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہی - - -	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ - - -	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں آنکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری لکھیے جسکی اطلاع آپکو وصول قیمت کی رسید میں دیدی گئی ہے -

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامی ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتری فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

لاتهنوا ولاتحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین
القرآن الحکیم

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۲ — کلکتہ : جمعه ۵ . ربیع الاول ۱۳۴۶ هجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 2, September 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکھتی .
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای .
پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نهین کر سکتی .

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چھپتا هی . اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکھیی . طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی . ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین . الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۸۶۱ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۱۱۳	اردو حروف کی حق مین	۲۷۰
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۱۹۶	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۱٤	نستعلیق هون	٦٨

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی . آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین . الهلال

سات عجائب عالم

(۵)

روڈس کا عظیم بت

(The Colossus)

جزیرۂ روڈس (بحر متوسط) میں یہ عظیم الشان اور شہرۂ آفاق بت قائم تھا - لیکن اب اُسکا کوئی نشان باقی نہیں ہے - عہد مسیحی سے سو برس پہلے ہی وہ برباد ہوچکا تھا - مرکب دھات کا یہ بت ٹکڑے ٹکڑے کرکے اِس طرح بیچا گیا ' جس طرح پرانا لوہا بکتا ہے !

مشہور رومانی مورخ پلینی نے پہلی صدی عیسوی میں جزیرۂ روڈس کی سیر کی تھی - وہ لکھتا ہے :

" ہر چیز سے زیادہ حیرت انگیز آفتاب کا وہ عظیم الشان بت تھا جو اِس جزیرہ میں نصب تھا - اِسے کیرس لنڈسی نے بنایا تھا - یہ ستر گز (رومانی) بلند تھا - ۵۶ سال قائم رہنے کے بعد زلزلہ سے گر پڑا - وہ ابتک بدستور زمین پر پڑا ہے اور دیکھنے والوں کیلیے ایک منظر حیرت ہے ! کم آدمی ایسے نکلینگے جو بت کے ہاتھ کا انگوٹھا اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر بھی قبضہ میں لاسکیں - بت کی انگلیاں اتنی بڑی ہیں کہ شاید ہی اِتنے بڑے مجسمے کہیں موجود ہوں - پنڈلیاں اِتنی موٹی ہیں کہ اُنکے اندر لمبی گہری سرنگیں معلوم ہوتی ہیں - پنڈلیوں کے اندر عظیم الشان سنگی ستون تھے تاکہ پاؤں بت کے جسم کا بوجھ سنبھال سکیں "

یہ بت دراصل اپالو دیوتا کے اعزاز میں بنایا گیا تھا - یہ دیوتا اِس جزیرہ کا معبود اور محافظ سمجھا جاتا تھا - کیرس بت تراش نے بارہ برس کی محنت سے اِسے طیار کیا تھا - لیکن سنہ ۲۲۴ ق م میں زلزلہ نے اسے گرا دیا -

اِس بت کی عظمت و شہرت اِس قدر عام ہوگئی تھی کہ باہر کے لوگوں میں طرح طرح کے ما فوق العادۃ قصے مشہور ہوگئے تھے - عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ وہ جزیرہ کی خلیج پر اِس طرح کھڑا ہے کہ اُسکا ایک پاؤں ایک کنارے پر ہے ' دوسرا دوسرے کنارے پر - لیکن یہ خلاف واقعہ ہے - در اصل یہ بت ایک برہنہ آدمی کی شکل پیش کرتا تھا اور وہ اپنے دونوں پاؤں جوڑے کھڑا تھا - رومن مورخ پلینی نے اُسکی بلندی کی نسبت جو کچھ کہا ہے ' اُسکی کسی دوسرے مورخ نے تغلیط نہیں کی ہے - اُسکے حساب سے بت کی بلندی ۱۵۰ فٹ تھی !

پورا بت مرکب دھات کا تھا - ٹانگیں پتھر کی تھیں ' اور مرکب دھات کی چادروں سے ڈھکی ہوئی تھیں - پیروں سے سر تک ایک اندرونی زینہ بنا تھا - بعض مورخین کا بیان ہے کہ اِس زینہ سے چڑھ کر روز رات کو بت کی آنکھوں میں آگ جلائی جاتی تھی تاکہ اُس کی روشنی سے جہازوں کی رہنمائی ہو -

کہا جاتا ہے ' کیرس نے بت قائم کرنے کے بعد محسوس کیا کہ اُس سے ایک سخت فنی غلطی ہوگئی ہے - اِس غلطی کی اصلاح نا ممکن تھی - لہذا اُس نے خودکشی کرلی - لیکن اُسکی غلطی بعد میں کسی کو بھی نظر نہیں آئی - یونان اور یورپ دنیا بیک زبان اُس کی صناعی کا اعتراف کر رہی ہے -

روڈس باوجود اپنی قدیم بدحالی کے اُس زمانہ میں بہت دولت مند ہوگیا تھا - معدنی مصنوعات میں اس نے بڑی شہرت حاصل کی تھی - بابل اور مصر سے تجارت کا سلسلہ قائم تھا - یونانیوں نے اُس کی دولت مندی دیکھکر اُس پر قبضہ کرلیا اور وہاں ایک عظیم الشان بندرگاہ تعمیر کی - شہر کی رونق بھی اس درجہ بڑھگئی کہ ایتھنز کا مقابلہ کرتا تھا - بعد میں اسپارٹا والوں نے اسے فتح کیا - اُن کے بعد شاہ موسولوس نے غلبہ حاصل کیا - یہ وہی بادشاہ ہے جس کی قبر دنیا کے سات عجائب میں سے شمار ہوتی تھی اور ابھی ابھی ہم اُس کے تذکرہ سے فارغ ہوئے ہیں -

آگے چل کر ایرانیوں نے حملہ کیا - ایرانیوں سے سکندر اعظم نے چھینا - سکندر کی وفات کے بعد اُس نے پھر اپنی آزادی حاصل کرلی اور خود مختار ہوگیا - یہی زمانہ اُس کا سنہری زمانہ سمجھا جاتا ہے - اُس وقت بحر متوسط میں تجارت کی اصلی منڈیاں دو ہی تھیں : اسکندریہ اور روڈس -

اِس بت کی تاریخ یہ ہے کہ مصر کے ایک بطلیموس پادشاہ نے (یعنی اُس خاندان شاہی کے پادشاہ نے جو بطلیموس کے لقب سے ملقب تھے) اپنے بھائی سے جنگ کی تھی - روڈس کے باشندوں نے بطلیموس کی مدد کی اور فتح دلائی - اِس پر اُس کے بھائی نے جزیرہ سے انتقام لینا چاہا اور ایک فوج گران جہازوں میں لاکر محاصرہ کر لیا - فوج کی تعداد اِتنی زیادہ تھی کہ جزیرہ کی پوری آبادی اُس سے کم تھی - اہل روڈس زبردست دشمن دیکھکر گھبرا گئے - مگر بہادر تھے - مقابلہ کیا - بطلیموس کو اُن کا احسان یاد تھا - اُس نے اِس مصیبت کا حال سنا تو فوراً مدد کے لیے اپنی فوج بھیج دی - اس طرح روڈس اپنی حفاظت میں کامیاب ہوگیا -

اسی نجات کی یادگار میں اہل روڈس نے یہ بت بنایا تھا ' اور اپنے دیوتا اپالو کو نذر دی تھی - بت کے بنانے میں جتنا کانسہ لگا ' وہ سب دشمن سے غنیمت میں حاصل کیا گیا تھا -

عربوں کی فتح کے زمانہ تک اِس بت کے کھنڈر موجود تھے - یورپین مورخوں کا بیان ہے کہ اُنھوں نے یہ کھنڈر ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر ڈالے - یہودی نے اس سے تین سو ٹن کانسہ حاصل کیا -

(٦)

بابل کے معلق باغ

The Hanging Gardens of Babylon

بابل ' قدیم دنیا کا مشہور ترین شہر ہے - بہت سي قوموں اور سلطنتوں نے اُسے باري باري فتح کیا اور اپني عظمت و شوکت کا مرکز قرار دیا - مشہور ہے کہ اِس کا اولین بادشاہ نمرود اور اُس کا خاندان تھا - اِس کي اولاد میں سب سے زیادہ شہرت " اُور " خامس کو حاصل هوئي - اِس کا نام اور بعض حالات اُن اینٹوں پر مسماري خط میں کندہ ملے هیں' جو حال میں زمین سے نکالي گئي هیں -

خاندان نمرود کے بعد ایک دوسري سلطنت کا قبضہ هوا - تاریخ میں اِس کا نام ایراني سلطنت ہے - دو سو پچیس سال اُس نے حکومت کي - اس کے بعد ۲۲۲۵ ق م میں ایک اور سلطنت قائم هوئي - اِس کا نام " ایلامي " ہے - اِسي کے ایک بادشاہ " کودرلا اومر " سے حضرت ابراهیم علیہ السلام نے مقابلہ کیا تھا اور فتحیاب هوئے تھے -

سات عجائب عالم میں سے ڈائنا کے مندر کا بقایا

پہاڑ کے نیچے جو کھنڈر نظر آ رہا ہے' یہي اس مندر کا بقایا ہے - اوپر ترکوں کا قلعہ ہے

تقریباً سنہ ۲۰۰۰ ق م میں اِس پر کلدانیوں نے قبضہ کیا اور ساڑھے چار صدي تک حکومت کرتے رهے - پھر اِس کے بعد مصریوں کا غلبہ هوا اور سنہ ۱۳۱۴ ق م تک حکمران رهے - اشوریوں نے مصریوں کو شکست دے کر اپني حکومت قائم کي - یہاں تک کہ سنہ ۵۳۸ ق م میں کورش شاہ ایران نے اُن کي سلطنت کا خاتمہ کر دیا اس وقت سے ایرانیوں کا دور شروع هوتا ہے -

بابل اور نینوي میں همیشہ رقابت چلي جاتي تھي - ایک دوسرے کي بربادي پر تلے رهتے تھے - سنہ ۷۴۵ ق م میں اهل نینوي نے بابل فتح کرلیا تھا - لیکن سنہ ۶۰۶ ق م میں بابلیوں نے ایرانیوں کي مدد سے اُنھیں نکال باهر کیا - پھر خود نینوي پر حملہ کیا اور اُسے اِس طرح مٹادیا کہ اُس کا نشان تک باقي نہ رها - ابھي حال میں بڑي تحقیقات کے بعد پتہ چلا ہے کہ یہ قدیم شہر کس جگہ واقع تھا ' کیسا عظیم الشان تھا ؟ اور کس بے دردي سے برباد کر دیا گیا ؟

نینوي کي بربادي کے بعد هي بخت نصر ظاهر هوا - بابل کے معلق باغ اِسي نے بنائے تھے - اُن سے مقصود صرف یہ تھا کہ اپني بیوي کي خوش نودي اور تفریح کا سامان کرے -

یوناني مورخ هیرودوٹس نے لکھا ہے کہ بخت نصر نے ارادہ کیا ' بابل کو از سر نو اِس طرح بنائے کہ دنیا' نینوي کي شان و شوکت بھول جائے - چنانچہ نینوي کے قیدیوں اور معماروں سے یہ نیا شہر طیار کرایا گیا - خود هیرودوٹس نے اپني سیاحت کے دوران میں بابل کي بھي سیر کي تھي ' چنانچہ اُس کے حالات اپني تاریخ میں لکھے هیں - اُس کے بیان سے معلوم هوتا ہے کہ بابل' زمین کے مربع ٹکڑے پر قائم تھا - بیچ میں دریائے فرات نے بہہ کر اُس کے دو حصے کردیے تھے - هر حصہ ۱۵ - میل لانبا تھا - یعني پورا شہر تیس میل کے وسیع رقبہ میں پھیلا هوا تھا - چاروں طرف شہر پناہ تھي - ۳۵۰ فٹ بلند اور ۸۷ فٹ موٹي تھي - اِس میں پیتل کے سو پھاٹک تھے - پھاٹکوں کے ستون اور چھتیں بھي پیتل کي تھیں -

شہر میں سب سے زیادہ شاندار' عجیب ' اور دلچسپ چیز یہ " معلق باغ " تھے جو اُس وقت سے اب تک پوري دنیا کے لیے اعجوبہ بنے هوئے هیں - یہ باغ پتھر کي عمارتوں پر ایک ایسے علاقہ میں نصب کیے گئے تھے ' جہاں پتھر کمیاب هونے کی وجہ سے نادر اور قیمتي چیز سمجھا جاتا تھا - بادشاہ عبادت خانوں میں بطور نذرانہ کے پتھر پیش کرتے تھے' اور پرانے عبادت خانوں سے نئے عبادت خانوں میں بڑے اهتمام سے منتقل کیے جاتے تھے - دجلہ اور فرات کي وادي میں آج تک پتھر کي بڑي قلت ہے -

لیکن کیا یہ باغ واقعي معلق تھے ؟ اس بارے میں ایک سخت غلط فہمي پھیلي هوئی ہے - حال کے بعض مورخین بھي اِس غلطي سے نہ بچ سکے - در اصل انکا معلق هونا محض ایک نظري اور مجازي وصف تھا - وہ نہ وہ معلق نہ تھے - قدیم یوناني اور روماني مورخوں نے اِنکے لیے جو لفظ استعمال کیا ہے اُسکے معني " معلق " نہیں بلکہ منزل در منزل باغ کے هیں - یہ باغ پتھر کے کئي منزلہ چبوتروں پر لگائے گئے تھے - هر اوپر کا چبوترہ نیچے کے چبوترہ سے عرض میں چھوٹا تھا - اِس طرح تمام چبوترے بلند هوتے هوتے ۳۵۰ فٹ تک پہنچ گئے تھے - هر چبوترہ پر اِتني مٹي جمع کي گئي تھي جتني درختوں کي پرورش کیلیے ضروري تھي - پاني اوپر چڑھا کر بالائي منزل پر تالاب بنایا گیا تھا ' نیچے سے اُس میں جمع کر دیا جاتا تھا - اور اُسي سے پورے باغ کي آب پاشي هوتي تھي - هر چبوترہ کي زمین یا چھت بانس سے پاٹ دي گئي تھي - اُسکے اوپر سیسہ پگھلا کر پھیلا دیا تھا - یہ احتیاط اِس لیے کي گئي تھي کہ دیواروں اور بنیادوں تک نمي نہ پہنچ سکے اور باغ همیشہ برقرار رهیں - هر طبقے یا چبوترے کے نیچے بڑے بڑے ایوان تھے اور بابل و نینوي کے بہترین سامان آرایش سے آراستہ تھے - هر دو طبقوں کے ما بین وسیع زینے بنے هوئے تھے - جنسے بادشاہ ' ملکہ ' اور درباري ایک ساتھ اوپر نیچے آجا سکتے تھے -

باغوں میں قسم قسم کے پھولوں ' پھلوں ' اور میوؤں کے خوشنما درخت لگے تھے - موسم بہار میں عجیب کیفیت هوتي تھي - هرے بھرے درختوں کے پتے پوري عمارت چھپا لیتے تھے - ایسا معلوم هوتا تھا کہ واقعي باغ هوا میں معلق کھڑے هیں - خوشبو اِس قدر هوتي تھي کہ تمام شہر معطر هو جاتا تھا - خیال هوتا تھا کہ جنت آنکھوں کے سامنے پھیلي هوئي ہے - بابل کي گرمي دیکھتے هوئے یہ باغ

فردوس بریں کا حکم رکھتے تھے - یہي باعث ھے کہ اُن کا دنیا کے عجائبات میں شمار ھوا اور سارے جہان میں شہرت ھوا کي طرح پہیل گئي -

لیکن زمانہ کے بے رحم ھاتھوں نے یہ دلفریب باغ بہي نہ چھوڑے - بابل کي جنت برباد ھوگئي اور شہر بہي تہہ و بالا ھوگیا - صدیوں تک لوگوں کو یہ بہي معلوم نہ تھا کہ یہ باغ راغ کہاں پر تھے ؟ سنہ ۱۹۰۳ ع میں زمین کھودنے پر ایسے آثار نکلے جو اُس عمارت کے خیال کیے جاتے ھیں جس پر باغ نصب تھے - اِن باغوں کا باني بخت نصر (بنوکدنزر) رھي بخت نصر ھے جس نے بیت المقدس برباد کر کے یہودیوں کو قید کر لیا تھا -

(۷)

اھرام مصر

(The Pyramids of Egypt)

دنیا کے سات عجائب میں صرف اھرام مصري ھیں جو ابتک قائم اور انقلابات زمانہ کا مقابلہ کر رھے ھیں - مصر میں متعدد اھرام ھیں - مگر اُن میں سب سے زیادہ مشہور اور عجائب عالم میں شمار ھونے والا ھرم "ھرم کبیر" کے نام سے مشہور ھے - یہ قاھرہ کي موجودہ آبادي سے ۶۸ کیلو میٹر فاصلہ پر جنوب میں واقع ھے - اس مین ابتک کوئي اھم تغیر نہیں ھوا ھے - صرف اوپر کا پلاستر اُتر گیا ھے اور چوٹي پر سے کچھہ حصہ ٹوٹ گیا ھے -

یہ ھرم اب سے چھہ ھزار سال پہلے تعمیر ھوا تھا - مصر کي چوتھي سلطنت میں ایک بادشاہ نے اِسے بنایا - ساٹھہ برس اِس نے حکومت کی تھي - مصري زبان میں اِسکا نام " خوفو " تھا - یوناني اُسے " خیونس " کہتے تھے - قدیم مصري ھرم کو " یاخیت خوفو " کے نام سے پکارتے تھے - اِسکے معني ھیں " خوفو کا مقبرہ " دراصل یہ عمارت بادشاہ نے اِسي غرض سے بنائي تھي کہ مرنے کے بعد اس میں دفن ھو - ھرم کے مصري نام ھي سے اسکا مقصد واضح ھو جاتا ھے - اِس سے بہي بڑہ کر یہ کہ خود ھرم کے اندر تابوت بہي ملا ھے اور اِس بات کي قطعي شہادت ھے کہ اصل میں یہ مقبرہ ھي تھا -

ھرم کا دروازہ شمال کي طرف ھے - اِس دروازہ سے ایک طویل اور تنگ سرنگ نما راستے میں داخل ھوتے ھیں - راستہ ایک تہہ خانے تک لیجاتا ھے - خیال کیا جاتا ھے کہ یہي تہہ خانہ ' قبر کیلیے مخصوص کیا گیا تھا - کیونکہ اسي میں تابوت رکھا ھے - مگر خود بادشاہ کي لاش اُس میں نہیں ملي - نہیں کہا جا سکتا ' بادشاہ اُس میں کیوں دفن نہیں کیا گیا ؟ نیز ابتک یہ بہي معلوم نہیں ھوا کہ اُسکي اصلي قبر ھے کہاں ؟ بعض مورخین کا خیال ھے کہ بادشاہ نے اِس مقبرہ کے بنانے میں رعایا پر بہت ظلم کیا تھا - اِس لیے ناراض ھوکر مصریوں نے اُسکي لاش اس میں دفن نہ ھونے دي - لیکن اِس کے ایک کمرہ مین بادشاہ کا نام سرخ روشنائي سے لکھا ھوا پایا گیا ھے - خیال کیا جاتا ھے کہ مزدوروں نے پتھر پر اسکا نام تعمیر سے پہلے ھي لکھدیا تھا - اگر یہ نام موجود نہ ھوتا تو دنیا ھرگز نہ جان سکتي کہ یہ عمارت کس شخص نے بنائي تھي -

بادشاہ کا تابوت سنگ سرخ کا ھے - ساڑھے سات فٹ لانبا ' تین فٹ چار انچ چوڑا ' اور تین فٹ چار انچ اونچا ھے -

بادشاہ کے کمرے کے اوپر پانچ چھوٹے کمرے اور ھیں - خیال کیا جاتا ھے کہ یہ اِس غرض سے بنائے گئے تھے کہ شاھي کمرہ پر سے عمارت کا بوجھہ ھلکا ھو جائے - ملکہ کا کمرہ بادشاہ کے کمرے کے نیچے ھے اور اصلي راستہ سے ایک گلي اُسکي طرف جاتي ھے -

قدیم زمانوں سے یہ بات مشہور چلي آتي تھي کہ ھرم کے اندر ایک بہت بڑا خزانہ موجود ھے - مگر کبہي کسي کو اُسکے کھودنے کي جرأت نہیں ھوئي - خلیفہ مامون الرشید نے البتہ کھدوانا شروع کیا تھا ' مگر بعد میں معلوم ھوگیا کہ خزانہ کي افواھیں بے بنیاد ھیں -

یوناني سیاح ھیرودوٹس نے ھرم کي سیر کي تھي اور اپني کتاب میں اُس کا حال لکھا ھے -

شروع میں ھرم پر چکنا پلاستر لگا ھوا تھا - کوئي اُس پر چڑہ نہیں سکتا تھا - مگر اب یہ پلاستر اُتر گیا ھے اور اُسکي چوٹي پر پہنچنا ممکن ھے -

اِس ھرم کي بلندي ۴۸۱ فٹ ھے - شمالي جانب سے ۶۱۲ اور باقي تین طرف سے ٹھیک ۷۵۵ فٹ ۷۰ انچ لانبا ھے - یہ اس بات کي شہادت ھے کہ قدیم مصریوں نے علم ھندسہ میں بڑي ترقي حاصل کي تھي -

دنیا کے سات عجائب میں اول درجہ اِسي ھرم کو حاصل ھے -

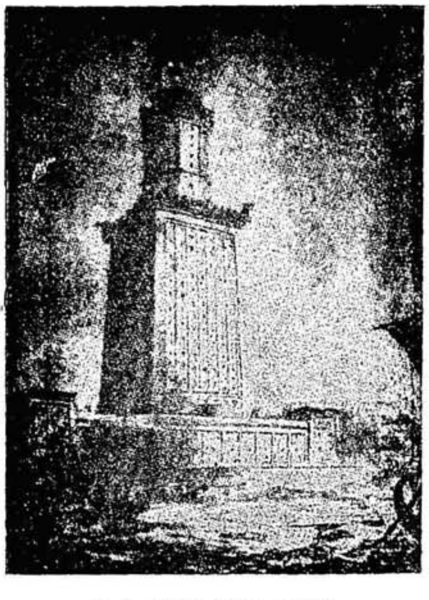

(اسکندریہ کا شہرۂ آفاق منارہ)

یہ تصویر اُن تصریحات کي بنا پر بنائي گئي ھے - جو قدیم سیاحوں اور مورخوں کي زباني معلوم ھوئي ھیں -

(مورخین عرب کي تحقیقات)

سات عجائب عالم کا یہ مختصر بیان تھا جو ختم ھوگیا - ھم نے بابل ' منارۂ اسکندریہ ' اور اھرام کے حالات میں صرف وھي امور بیان کیے جو آخرین تحقیقات پر مبني ھیں ' اور وہ تمام تفصیلات ترک کردیں جو غالباً اردو کے کتب و رسائل میں ترجمہ کي جاچکي ھیں - اب اس کے بعد ھمیں تفصیل کے ساتھہ وہ تحقیقات بیان کرني ھے جو قدیم عرب مورخین نے کي تھي ' خصوصاً بابل ' اسکندریہ ' اور اھرام مصر کي نسبت اُن کي تصریحات تاریخ کا نہایت قیمتي اور قابل غور موضوع بحث ھے -

تفسیر سورہ فاتحہ کا ایک صفحہ

تصور الهی کی تکمیل
اور
اس کا سلسلۂ ارتقا

(٣)

(شاهیت اور الوهیت کے تشابہ کے نتائج)

شاهیت اور الوهیت کے اس لزوم و تشابہ نے انسان کے تصور الهي پر جو گهرا اور دور رس اثر ڈالا هے ' اُس کا اندازہ سرسري مطالعہ سے نهیں هو سکتا - ضروري هے کہ تصور الهي کے ایک ایک جزء اور ایک ایک عنصر پر نظر ڈالي جاے ' اور اُسکي امتزاجي اور خمیري حالت کي تعلیل کي جاے - اس سلسلہ میں حسب ذیل نقاط خصوصیت کے ساتهہ قابل غور هیں :

(١) انسان کی معیشت کي تاریخ میں نظم و حکومت کي ابتدا جمهوریت کے عنصر سے هولي هے ' نہ کہ شاهیت و مالکیت کے عنصر سے -

یهاں لفظ " جمهوریت " سے مقصود جمهوري نظام حکومت نهیں هے ' بلکہ جمهوریت کي وہ سادہ اور عنصري حالت مراد هے جب کسي ایک شخص کو مالکانہ و حاکمانہ اقتدار حاصل نہ تها - ایک سے زیادہ آدمي مل جل کر اپنے معاملات کا انتظام کر لیا کرتے تهے - یہ بات کہ کسي خاص فرد کو مالکیت و فرماں روائي کا اختیار حاصل نهو کہ جو چاهے حکم دے اور جس طرح چاهے اپنے ماتحتوں کے معاملات معیشت کا فیصلہ کرے ' بلکہ مساویانہ طریقہ پر لوگ مل جل کر اپني ضروریات نظم و اجتماع کا انتظام کریں ' جمهوریت کا اصلي عنصر هے ' اور یهي عنصري حالت یهاں مقصود هے -

شخصي مالکیت اور شاهیت انساني اجتماع کي ایک غیر طبیعي حالت هے جو اُس وقت پیدا هوي ' جب طاقتور افراد نے کمزور افراد کی کمزوري سے فائدہ اٹها کر انهیں اپنا مطیع و منقاد بنانا شروع کردیا اور رفتہ رفتہ یہ بات تسلیم کر لي گئي کہ زیادہ طاقتور فرد کو کم طاقتور افراد سے غلامي و چاکري کرانے کا حق حاصل هے - پهر جوں جوں تمدن و شهریت میں ترقي هوتي گئي ' مالکانہ قبضۂ و تصرف بهي زیادہ خوش اُسلوب اور منظم هوتا گیا ' یهانتک کہ شاهیت و حکمراني کا نظام پیدا هوگیا -

یہ بات کہ انساني اجتماع کي تاریخ میں غیر شخصیت و شاهیت ' شخصیت و شاهیت پر مقدم هے ' تاریخ کي روشني میں صاف نظر آ جاتي هے - هم دنیا کے تمدني عهد سے جس قدر پیچهے هٹتے جائینگے ' شاهیت اور شخصیت کا نظام مفقود هوتا جایگا ' اور مشترک جماعتي نظم اپني ابتدائي اور سادہ حالت میں کار فرما نظر آیگا - دنیا کي جس قدر بهي غیر متمدن اور وحشي قومیں تاریخ کے علم میں آئی هیں ' ان میں ایک قوم بهي ایسي نهیں هے جس میں شخصي شاهیت کا نظام پایا گیا هو - امریکہ ' افریقہ ' اسٹریلیا ' جزائر بحر شمال ' اور قبائل گرین لینڈ کي غیر متمدن آبادیاں شخصي مالکیت و سروري سے اُسي طرح نا آشنا پائي گئیں ' جس طرح سکہ کے استعمال سے نا واقف تهیں - عرب جس وقت تک بدویانہ زندگي میں رها ' شخصي حاکمیت سے آشنا نہ هوسکا - تاریخ کي روشنی میں جو ترتیب نظام حکومت کي واضح هوتي هے ' وہ یہ هے کہ انسان اپني صحرائي اور انفرادي معشیت میں کسي نظم کا محتاج نہ تها - جب قبائل کي زندگي شروع هوئي تو خود بخود ایک ایسا سادہ اور بسیط نظم پیدا هو گیا ' جیسا آج کل بهي دیهاتي پنچایتوں میں دیکها جاسکتا هے - بستي کے بڑے بوڑهے کسي درخت کے سایہ میں بیٹهہ گئے اور تمام جهگڑے اور قصے چکا دیے - اس طریق کار سے رفتہ رفتہ قبائل کي سرداري کا منصب پیدا هوگیا انهي سرداروں نے آگے چل کر اپنے دشمن قبائل کو زیر کرنا اور غلام بنا کر رکهنا شروع کر دیا ' اور اسي سے شخصي مالکیت کي بنیاد پڑگئي -

شخصي مالکیت اور شاهیت کي بنیاد قاهرانہ قوی کے استعمال اور جبر و تعدي کي هولناکیوں سے پڑي تهي - یہ سرتاسر انسان کے سلبي اور تخریبي صفات تهے - ایجابي و تعمیري نہ تهے - البتہ آگے چل کر عفو و بخشش اور عطاؤ نوال کے اوصاف کي بهي گنجایش نکل آئي - لیکن چونکہ شاهیت کا مایۂ خمیر هیبت و قهر تها ' اس لیے غلبہ همیشہ اسي قسم کے صفات کا رها - رحم و بخشش کے اوصاف اس درجہ بڑہ نہ سکے کہ شاهي قهر و جلال کي هیبت و سطوت میں خلل انداز هوسکتے - نتیجہ یہ نکلا کہ اول دن سے شاهیت کا تصور سرتاسر هیبت و قهر کا تصور هو گیا - یہ بات انسان کے تخیل میں جم گئي کہ جس قدر ایک پادشاہ زیادہ پر هیبت اور قهرمان هوگا ' اُتني هي اُس کي شاهیت زیادہ مقتدر اور مسلم هوگي !

ضروري تها کہ شاهیت کے اس تصور سے انسان کا تصور الهي بهي متاثر هوتا ' کیوں کہ دونوں میں مماثلت کي نسبت پیدا هوچکي تهي - چنانچہ هم دیکهتے هیں کہ اس دوسرے دور میں یہ مماثلت بهي صفات قهر و جلال کے استغراق کا ایک قوي باعث هوگئي اور انسان کا تصور رحمت و جمال کي طرف تیز قدم نہ اُٹها سکا - ٹهیک ٹهیک شاهیت و مالکیت کے تصور کي طرح ' خدا کے تصور میں بهي تمام قاهرانہ اور جابرانہ اوصاف نمایاں هیں ' اور جس طرح رحمت و جمال کا عنصر شاهیت کے تصور میں مغلوب اور کمزور هے ' اُسي طرح اُلوهیت کے تصور میں بهي زیادہ نهیں اُبهر سکتا - پهر جوں جوں شاهیت کے مزاج و اوصاف میں رقیق و لطیف جذبات کا عنصر بڑهنے لگتا هے ' تصور الهي میں بهي اس جانب ترقي هونے لگتي هے - شاهیت کا ابتدائي اور عالمگیر تصور یہ تها کہ وہ ایک ایسا وجود هے جس سے همیشہ ڈرتے اور لرزتے رهنا چاهیے - اُس کا غضب بے پناہ ' اور اس کي هولناکي لا علاج هے - وہ ایک ادنی سي لغزش پر قتل کرڈالتا اور ایک ذرا سي خطا پر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتا هے - البتہ

گاہ گاہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کی طبعیت رحم و کرم پر آجاتی ہے ' اور وہ بخش بھی دیتا ہے اور مالا مال بھی کردیتا ہے - بعینہ یہی تصور خدا کا بھی تھا - اور اسلیے خدا کی صفات رحمت و جمال کی نسبت جو کچھہ بھی سمجھا جاتا تھا ' وہ اس سے زیادہ نہ تھا ' جیسا ایک پر ہیبت بادشاہ کی نسبت سمجھا جاسکتا ہے -

(۲) صفات الہی کے تصور کا ایک نازک اور دقیق پہلو یہ ہے کہ خدا کے افعال کیلیے کوئی مقصد و غایت ہونی چاهیے یا نہیں؟ اس لحاظ سے افعال الہی کی دو هی نوعیتیں هوسکتی هیں - ایک یہ کہ اسکے تمام افعال بغیر کسی غایت اور حکمت کے هیں - ایک یہ کہ اسکاهر فعل کسی مقصد اور حکمت پر مبنی ہے - شاهیت اور الوهیت کے تشابہ کا اثر تصور الہی کے اس گوشہ پر بھی پڑا - انسان هزاروں برس تک خدا کے افعال بھی اسی رنگ روپ میں دیکھتا رها ' جسمیں اپنے چاندی سونے کے تخت پر بیٹھنے والوں کو دیکھتا تھا - وہ " قدرت " کے ساتھہ " حکمت " جمع نہیں کرسکا - اسکا خیال یہ تھا کہ حکمت اور مقصد کی رعایت دلیل عجز ہے - یہ عام انسانوں کیلیے ضروری ہے جو اپنے حاکموں اور پادشاهوں کے سامنے جوابدہ هیں ' لیکن ایک پادشاہ جو کسی کے سامنے جوابدہ نہیں ' حکمت و غایت کی رعایت سے ما وراء ہے - ایک پادشاہ جسقدر زیادہ طاقتور اور زیادہ اونچے قسم کا هوگا ' اتنے هی اسکے اعمال زیادہ مطلق العنان ' زیادہ بے ترتیب ' زیادہ بے مصلحت ' زیادہ بے معنی هونگے - وہ بغیر کسی سبب و موجب کے هزاروں آدمی قتل کر ڈالیگا - بغیر کسی مصلحت کے عمارتیں ڈھا دیگا ' بغیر کسی ضرورت کے نئی عمارتیں کھڑی کر دیگا - هوسکتا ہے کہ محض اتنی سی بات دیکھنے کیلیے کہ رات کی تاریکی میں آتشزدگی کا تماشہ کیسا هوتا ہے ؟ وہ ایک پورا آباد شہر جلا ڈالے !

یہ جو هندوستان ' مصر ' یونان ' وغیرہ قدیم متمدن ممالک کی دیومالی کہانیوں میں هم دیکھتے هیں کہ دیوتاؤں کے جسقدر بھی اعمال دکھلائے هیں ' وہ سب اسی نوعیت کے هیں - ایسا معلوم هوتا ہے ' جیسے چند انسان هر طرح کی طاقت اور اختیار پاکر بے قابو هوگئے هیں اور طاقت اور اختیار سے کھیلنے لگتے هیں - محض اسلیے کہ وہ طاقت رکھتے هیں ' اپنی اپنی طاقتیں لہو و لعب کی طرح بلا ضرورت استعمال میں لاتے هیں ' اور انکی اس کھیل کود سے کائنات هستی کے هزاروں کارخانے بننے بگڑنے لگتے هیں ' تو اس چیز کے اندر وهی شاهی و مالکی مزاج کام کر رها ہے - پادشاهوں کی زندگی ایسی هی تھی ' اسلیے دیوتاؤں کے تصور میں بھی اسی کا عکس نمایاں هوگیا -

تصور الہی کے اس دور کے بعد اگرچہ تصور کے تمام اجزاء میں ترقی هوگئی تھی ' لیکن چونکہ شاهیت اور الوهیت کا تشابہ راسخ هوچکا تھا ' اسلیے ترقی کی هر منزل میں شاهیت هی کی قسم کا تصور قائم هوتا رها - اس سے الگ نہ هوسکا -

(۳) یہ جو هم دیکھتے هیں کہ تمام قدیم اقوام کے الہی تصورات میں ' با وجودیکہ وہ تمدن و شایستگی کے بڑے بڑے درجے طے کر چکی تھیں ؛ ادنی درجہ کے حیوانی اور بہیمی افعال کے تخیلات سے کسی طرح کا اجتناب نہیں پایا جاتا ' تو اس میں بھی بہت حد تک اسی تشابہ کو دخل ہے - بلا شبہ ان تخیلات کی بنیاد جمیعت بشریہ کے عہد طفولیت میں پڑی تھی جبکہ ذهن انسانی بالکل ناتراشیدہ حالت میں تھا ' لیکن عہد تمدن میں کیوں یہ تخیلات بالکل متروک نہیں هوگئے ؟ اس کی علت یہی ہے کہ شاهیت اور الوهیت کے تشابہ نے یہ اعتقاد پیدا کردیا تھا کہ شاهیت و خداوندیت کیلیے اس قسم کی زندگی نقائص کا موجب نہیں ہے ' برائی اور غیر مسئولیت کا نتیجہ ہے - چونکہ خدا کے تصور میں بھی شاهیت کی مماثلت کارگر هوچکی تھی ' اسلیے اس میں یہی یہی شان پیدا کردی گئی -

(۴) حکومت بالوسائط ' یعنے خالق حقیقی سے کائنات هستی کا تعلق براہ راست نہیں ہے - درمیان میں وسائل و وسائط هیں - خدا انہی کے ذریعہ تمام کارخانۂ وجود چلا رها ہے ' اسی تشابہ کا ایک نہایت گہرا اور دور رس نتیجہ ہے -

(۵) تصور الہی کا یہ قدیم اور راسخ اعتقاد کہ بخشش معاصی کیلیے جسم انسانی کی تعذیب ضروری ہے ' بغیر اسکے خدا کی خوشنودی حاصل نہیں هوسکتی ' اسی تشابہ کے برگ و بار میں سے ہے - غضب ناک اور مطلق العنان پادشاہ چھوٹے چھوٹے قصوروں پر سخت سخت سزائیں دیدیتے تھے ' اور جب تک سزا واقع نہیں هوجاتی تھی ' اُن کا غصہ ٹھنڈا نہیں هوتا تھا - یہی بات خدا کے تصور میں بھی پیدا هوگئی - انسان نے دیکھا کہ اُسکی جسمانی عقوبت ' اُسکے شاهی مالکوں کا غضب ٹھنڈا کر دیتی ہے ' اسلیے اُس نے خیال کیا کہ اُس کے آسمانی خداوندوں کے اطفاء غضب کیلیے بھی ضروری ہے کہ طرح طرح کی جسمانی عقوبتیں اور اذیتیں برداشت کرے - قربانی کی شکل میں یہی چیز قتل نفس تک پہنچ گئی - انسان اپنے هم جنس کو ' اپنی اولاد کو ' خود اپنے آپ کو عفو قصور اور حصول رضاء الہی کیلیے قتل کرنے لگا -

(٦) خدا کے تصور کا ایک نہایت اهم پہلو اُس کی معبودیت کا اعتقاد ہے - یعنی یہ کہ اُس کی عبادت کرنی چاهیے - لیکن عبادت کیوں کرنی چاهیے ؟ اِس کا صحیح جواب ذهن انسانی کی نا رسا استعداد معلوم نہ کرسکی - خدا کا تصور کرتے هوئے اس نے صرف اُس کی صفات قہر و جلال هی کا نظارہ کیا تھا ' اس لیے عبادت کی بنیاد خوف و دهشت کے جذبات سے پڑی تھی ' نہ کہ محبت و عبودیت سے - اُس نے خدا کو ایک خوفناک هستی کی شکل میں دیکھا تھا ' اس لیے اُس کے غضب سے بچنے کے لیے اُس کی خوشامد کرنی چاهتا تھا - شاهیت و الوهیت کے تشابہ سے یہ تخیل اور زیادہ راسخ و محکم هوگیا - مطلق العنان اور قہرمان شاهیت بھی هر انسان سے غلامی و چاکری کراتی تھی ' اور لوگ اپنے دل کی خوشنودی سے نہیں بلکہ سزا کے خوف سے اُن کی خدمت و اطاعت کرتے تھے - نیز اُن کے هیجان غضب سے بچنے کیلیے طرح طرح کے نذرانے اور تحفے پیش کرتے تھے - خدا کی معبودیت کی بھی ٹھیک ٹھیک یہی نوعیت تھی - جس طرح انسان اپنے تخت نشین حاکموں کی چاکری کرتا تھا ' تاکہ اُن کے ظلم و قہر سے بچے ' اُسی طرح وہ اپنے آسمان نشین کارسازوں کی بھی بندگی کرتا ' تاکہ اُن کے غضب و جلال کا نشانہ نہ بنے - جس طرح وہ اپنے پادشاهوں کو طرح طرح کے نذرانے پیش کرتا تھا تاکہ وہ خوش هوکر مہربان هوجائیں ' اسی طرح وہ اپنے خداؤں کے لیے بھی طرح طرح کے نذرانے تجویز کرتا تاکہ وہ مہربان هوکر اُس کی التجائیں سن لیں -

(دوسرے دور کا منتہاء بلوغ)

اس دور کی منتہاء ترقی یہ تھی کہ بہ تدریج صفات رحمت و جمال کا عنصر ' جو ابتدا میں بہت هی دهیما تھا ' اس درجہ اُبھر آیا کہ صفات سلبیہ کی طرح صفات ایجابیہ کا بھی بالاستقلال تصور قائم هوگیا - هندوستان اور مصر میں علم ' محبت ' دولت ' نسل ' اور رزق کے بھی دیوتا اُسی طرح پیدا هوگئے ' جس طرح هلاکت اور بربادی کے بے شمار دیوتا موجود تھے - هندوستان کی سرسوتی ' لکشمی ' اور درگا وغیرہ کی مورتیاں آج تک همارے سامنے سے گذرتی هیں -

مصريوں نے " تهوت " اور " هرمس " ميں (اور هرمس Hermes يونانيوں کا بهي معبود تها) علم و حکمت کے تمام ابتدائي سر چشمے ديکهے (۱) بابل نے جو علم هئية کے کشف و ترقي کا سب سے پهلا سر چشمه هے ' آسمان کے ارواح الوهيت ميں سورج کا قهر اور مريخ کي خون آشام تلوار ديکهي تهي - اب زهره کي مسکراهٹ اور عطارد کي حکمت و دانائي کي سنجيده صورت کا بهي تماشائي هوگيا - يونان کي فکري لطافت اور وسعت تخيل نے اس ميں اور زياده نظم و اسلوب پيدا کيا - عشق و محبت ' علم و حکمت ' صلح و امن ' زراعت و پيداوار ' مال ودولت ؛ سب کے آسماني کارساز الگ الگ جلوه فرما هوگئے ' اور انکي چوکهٹيں صفات جماليه کے حاجت مندوں کا قبلهٔ عبادت بن گئيں - مصر ' هندوستان ' اور يونان ميں بابل کي کواکب پرستي کي دعوت پهنچ چکي تهي ' اسليے ان ديوتاؤں کا تخيل زياده تر اجرام سماويه هي کے تعبدانه مشاهده ميں پيدا هوا -

ايران جو دنيائے قديم کے اديان و ملل ميں اپني بعض خصوصيات کے لحاظ سے غير معمولي امتياز رکهتا هے ' اور جس نے باوجود مظاهر پرستي کے انهماک کے ' اصنامي پرستش کے تخيل سے هميشه گريز کيا ؛ اس بارے ميں ايک بالکل مختلف نوعيت کا تخيل قائم کرتا هے ' اور ثنويت کے ذريعه صفات قهر و جلال اور رحمت و جمال کے تضاد کي مشکل حل کرتا هے - يعني اس اعتقاد کا نقشه آراسته کرتا هے که خالق حقيقي کے ماتحت دو کارساز قوتيں کارفرما هيں : قوت خير اور قوت شر - يعني " يزداں " اور " اهرمن " تمام ايجابي اور جمالي صفات يزداں کے حصے ميں آئي هيں ' اور تمام سلبي اور قهري صفات اهرمن کے حصے ميں - يزداں کي تعميري صفت بنانا چاهتي هے - اهرمن کي تخريبي صفت بگاڑنا چاهتي هے - گويا کون و فساد کي کشا کش اپني منتهاء ازليت ميں دو متضاد کارفرماؤں کي کشمکش پر ختم هوتي هے -

غرضکه اس دور کے آخري عهد ميں به حيثيت مجموعي ذهن انساني نے ايک ايسي مزاجي استعداد پيدا کر لي تهي که وه صفات سلبيه کے ساتهه صفات ايجابيه کا بهي بالاستقلال تصور کر سکتا تها - البته غلبه اب بهي صفات سلبيه هي کے تصور کا تها - تصور الهي کے اس بنيادي نقطه ميں که عبادت کي اصل خدا کے غضب و قهر سے بچنا هے ' نه که اُسے چاهنا اور اُس سے نزديک هونا ' کوئي تبديلي نهيں هوئي تهي - پس گو اس عهد ميں انسان خدا کي رحمت و جمال کا نظاره کرنے لگا ' ليکن اسکے ذهن پر تسلط ' خدا کے قهر و غضب کے خوف هي کا تها - جمال و رحمت کي شيفتگي کا نه تها - اس منزل تک پهنچنے کيليے اُسے ابهي کئي ارتقائي منزليں طے کرني تهيں -

مذهبي اعمال ميں تمام تر دارومدار قرباني اور اسکي بے شمار اقسام پر تها - علم و حکمت اور رزق و بخشش هي کا ديوتا کيوں نهو ' ليکن بغير قتل و هلاکت کي بهينٹ کے خوش نهيں هو سکتا تها - مذهبي اور معبدي رسوم کي کارفرما جماعتيں (يعني مندروں کے پجاريوں ' معلموں ' رهنماؤں کي جماعتيں) صديوں سے ايک طاقتور نظام کي شکل ميں قائم هو چکي تهيں - انکے اقتدار و بالا دستي کا اعتقاد مذهبي عقائد کا سب سے زياده ضروري عنصر بن گيا تها - ان معبدي اور اصنامي جماعتوں کے نظام کے قيام نے بهي انسان کے ديني عقائد کي تاريخ ميں بهت بڑا حصه ليا - عوام پر ان کا اقتدار جن وسائل سے قائم ره سکتا تها ' ان ميں سب سے زياده موثر چيز يهي مذهبي قسم کا خوف اور آسماني قسم کي دهشت انگيزي تهي - اس ليے يه جماعتيں قدرتي طور پر آسماني قهر و غضب کي دائمي مبلغ بن گئي تهيں ' اور انساني دماغ کو خوف و دهشت سے الگ هوکر ' خدا کے طرف نظر اٹهانے کي مهلت هي نهيں ملتي تهي - جن لوگوں نے مصر ' هندوستان ' اور يونان کي معبدي جماعتوں کے حالات کا مطالعه کيا هے ' وه اندازه کر سکينگے که اُس عهد کے دهشت انگيز ديني موثرات ميں يه چيز کس درجه قوي و فعال رهي هے ؟

اس دور کے اِس آخري عهد ميں پهنچکر همارے ليے ممکن هو جاتا هے که سنين و ايام کے موجوده حسابات سے اِس کا زمانه متعين کر سکيں - يه تقريباً سنه ۱۷۰۰ قبل مسيح (ع) کا زمانه هے - اِس عهد کے کچهه عرصے بعد سامي دعوت کے قيام و اشاعت کا دور شروع هو جاتا هے -

(سامي دعوت کا ظهور)

" سامي دعوت " سے مقصود تورات کي دعوت هے - تورات کے ظهور کا زمانه تقريباً (تقريباً اس ليے که ايام و سنين کے صحيح تعين ميں متعدد تاريخي اور هئيتي اختلافات حائل هيں) ۱۶۴۵ - قبل مسيح هے - تورات کے عبراني سنين کي جو تقويم آجکل کے علماء فن نے مرتب کي هے ' بعينه وهي هے جو ابو ريحان بيروني وغيره عرب محققين زيچ و تقاويم نے مرتب کي تهي - اس سے ثابت هوتا هے که بنو اسرائيل کا مصر سے خروج مندرجهٔ صدر سنه ميں هوا تها - اسليے تقريباً يهي زمانه حضرة موسى (على نبينا و عليه الصلواة والسلام) کے ظهور اور تورات کے نزول و دعوت کا زمانه هے -

---

(۱) هرمس کے بارے ميں بعض مورخين کو سخت غلط فهمي هوئي هے ' اور انکي تقليد سے زمانهٔ حال کے بعض مستشرقين يورپ بهي غلط فهمي ميں مبتلا هوگئے - چونکه يونان اور مصريوں کے عقيدے ميں هرمس علم و حکمت کا ديوتا تها ' اسليے متاخرين حکماء نے اکثر علوم و فنون کي ابتدا اُسکي طرف منسوب کردي تهي ' اور بعض کتابوں ميں علوم کا تذکره اس طرح شروع کيا گيا تها ' گويا هرمس کا الهام رباني بيان کر رها هے - جب اِن کتابوں کا عهد عباسيه ميں ترجمه هوا تو بعض لوگوں کو يه غلط فهمي هوگئي که هرمس يونان و مصر کے حکما ميں سے کوئي حکيم هے - پهر کوشش کي گئي که اُس کا زمانه متعين کيا جائے - بعضوں نے اُسکا زمانه ايسا متعين کيا جو حضرت ادريس عليه السلام کا زمانه تها - اس سے يه خيال پيدا هوا که هرمس اور ادريس ايک هي شخصيت کے دو نام هيں - بعضوں نے کها که تورات ميں جس " اخنوخ " کا ذکر آيا هے ' وهي يونانيوں کے يهاں هرمس کے نام سے مشهور هے - بعضوں نے ديکها که هرمس کا تذکره مختلف زمانوں ميں پايا جاتا هے - اِس ليے انهوں نے تطبيق کي يه صورت نکالي که تين هرمس فرض کرليے : کبير ' درمياني ' صغير - حالانکه سرے سے هرمس نامي کسي انسان کا وجود هي ثابت نهيں - وه محض ايک خيالي شخصيت هے - جيسي شخصيت هندوستان ميں نظم و حکمت کے ليے بياس جي کي فرض کر لي گئي هے - ابن النديم نے فهرست ميں (صفحه ۲۶۷ و ۳۱۳) جمال الدين قفطي نے تاريخ الحکماء ميں (صفحه ۳۴۶) اور ابن ابى اُصيبعه نے عيون الانباء ميں (جلد ۱ - صفحه ۱۶) هرمس کي نسبت جو کچهه لکها هے ' وه اسي غلط فهمي کا نتيجه هے - هرمس حکيم کے نام سے جو کتابيں عربي ميں ترجمه هوئيں ' زياده تر قديم فن کيميا اور احکام نجوم کي کتابيں هيں - رمل کے ابتدائي خطوط بهي اُسي کے طرف منسوب هيں - البته بيروني اور حموي کي بعض تصريحات سے معلوم هوتا هے که فن هئية و زيچ ميں بهي اس کے بعض رسائل ترجمه کيے گئے تهے - عجيب بات يه هے که دنيا کي سات اقليموں والي تقسيم جو ايران کے " هفت کشور " سے لي گئي تهي ' محمد بن ابراهيم فزاري نے اسي کے طرف منسوب کي هے (معجم البلدان جلد ۱ - صفحه ۲۶)

لاسلکی کا راز

لاسلكي (بے تار كي تار برقي) كی دنیا میں بہت سے ایسے راز هیں جنهیں علم ابتک حل نہیں کر سکا ھے -

* * *

مثلاً یہ کہ لاسلکي لہریں ' روشنی سے زیادہ اندھیرے میں تیز چلتي هیں - لاسلکي سے خفیف سي بهي واقفیت رکھنے والے جانتے هیں کہ دن سے زیادہ رات میں اُس کي آواز بلند هوتي ھے - غروب کے بعد لاسلکي لہروں کي رفتار تقریباً دوني هو جاتي ھے -

علماء اِس مسئلہ کے قطعي حل سے ابتک عاجز هیں - بہترین توجیهہ جو کي گئي ھے یہ ھے کہ نور اور حرارت کا لاسلکي لہروں سے گہرا علاقہ ھے - کیونکہ یہ دونوں چیزیں اُن موجوں سے پیدا هوتي هیں جو اثیر (ایتھر) میں نہایت هي غیر معمولي سرعت سے بہتي هیں - اِن موجوں اور خود اثیر کي موجوں میں بڑا فرق یہ ھے کہ اول الذکر ' آخر الذکر سے بہت چھوٹي هوتي هیں -

ظاهر ھے کہ سطح زمین سے جو اثیر محیط ھے ' وہ دن میں نور و حرارت کي اُن موجوں سے لبریز هوتا ھے جو سورج سے منفصل هوتي هیں - یہ موجیں ' اثیر کي موجوں میں سخت اضطراب پیدا کر دیتي هیں - اِسکا نتیجہ یہ هوتا ھے کہ آواز میں بهي اضطراب پیدا هو جاتا ھے - کیونکہ وہ اثیر هي کے ذریعہ منتقل هوتي هیں -

یہ صرف دن هي میں هوتا ھے ' جبکہ نور و حرارت کي موجیں اثیر میں موجود هوتي هیں - رات کو چونکہ اثیر اُنسے خالي هوتا ھے ' اِس لئے اُسکي موجوں میں اضطراب پیدا نہیں هوتا ' اور چونکہ اُسکي موجوں میں اضطراب پیدا نہیں هوتا ' اس لیے آواز بهي صاف اور بلند سنائي دیتي ھے -

* * *

لاسلکي کا یہ راز بهي عجیب ھے کہ اُسکي موجیں همیشہ قوسي خط پر چلتي هیں - گویا زمین کي قوسي سطح کے مطابق اپنا راستہ بناتي هیں - لیکن نور و حرارت کي موجوں کا یہ حال نہیں ھے - وہ خط مستقیم پر بہتي هیں - ثبوت یہ ھے کہ مثلاً ایک منارہ تمهیں تیس میل کي مسافت پر سے دکھائي نہیں دیتا - اسکي دو وجهیں هیں : ایک یہ کہ زمین گول ھے اور اُسکي سطح قوسي شکل کي ھے ' لہذا دور کي بلندیاں افق میں چھپ جاتي هیں - دوسري وجہ یہ ھے کہ نور کي شعاعیں خط مستقیم پر پھیلتي هیں اور افق میں چھپي هوئي بلندیاں ظاهر نہیں کرسکتیں - برخلاف اسکے لاسلکي موجین پورے نصف کرۂ ارضي تک پھیلائي جاسکتي هیں ' کیونکہ وہ زمین کي سطح کے مطابق چلتي هیں -

اِس کي تعلیل علماء کے ایک گروہ نے یہ کي ھے کہ لاسلکي لہروں کي رفتار ' اُس غبار کے ذرات یا ائیز کي وجہ سے قوسي هو جاتي ھے جو کرۂ ارضي کي فضا میں منتشر اور اُس سے محیط ھے - اُنکا خیال ھے کہ یہ لہریں جب لاسلکي آلہ سے نکلتي هیں تو ایک عظیم قوت کے ساتھہ بلند هونا شروع هوتي هیں ' یہانتک کہ زمین سے محیط غباري طبقہ تک پہنچ جاتي هیں - پھر وهاں سے لوٹتي هیں اور اُسی طرح زمین پر منعکس هوتي هیں ' جس طرح آئینہ سے نور منعکس هوتا ھے - یہ عمل برابر جاري رهتا ھے - گویا یہ لہریں فضا میں پراگندہ هونے کے لیے بھاگتي هیں مگر غباري ذرے اُنهیں واپس کردیتے هیں !

لیکن علماء کا ایک دوسرا گروہ اثیر کے وجود هي سے منکر ھے - اُسکا دعوی یہ ھے کہ جن لہروں کو هم لا سلکي کہتے هیں ' وہ فضا میں نہیں بلند هوتیں - زمین هي پر بہتي هیں -

* * *

یہ لا سلکي راز بهي کچھہ کم حیرت انگیز نہیں کہ بعض علاقوں میں قوي سے قوي لا سلکي آواز بهي ظاهر نہیں هوتي - یا بہت هي دهیمي سني جاتي ھے - یہ علاقے اِس فن کي اصطلاح میں " خاموش علاقے " یا " موت کے علاقے " کہلاتے هیں - ایک امریکي عالم لاسلکي کا بیان ھے کہ وہ ایک مرتبہ لاسلکي آلہ لیکر شمال کي سمت روانہ هوا تا کہ اِس علم پر تقریریں کرے - لیکن وہ جوں جوں شمال کي طرف بڑھتا گیا ' اُسکا آلہ بهي کمزور پڑتا گیا - اُسے خیال هوا کہ شاید آلہ میں کوئي خرابي پیدا هوگئي ھے - چنانچہ نیا آلہ خرید لیا - مگر اُسکي آواز بهي دهیمي هوتي چلي گئي - یہانتک کہ ایک ایسے شہر میں پہنچا ' جہاں آلہ سے مطلقاً کوئي آواز سنائي نہیں دیتي تھي - وہ سخت متعجب هوا اور کوئي سبب سمجھہ نہ سکا - مگر برابر سفر کرتا رها ' یہانتک کہ آلہ سے آواز پیدا هونا اور بڑھنا شروع هوگئي - بعد میں اُسے معلوم هوا کہ آلہ میں کوئي خرابي واقع نہیں هوئي تھي ' بلکہ " موت کے علاقے " نے اُسے معطل کر دیا تھا -

* * *

یہ ' اور اِسي طرح کے بعض اور لاسلکي معمے هیں جنهیں علم ابتک پوري طرح حل نہیں کرسکا ھے - ممکن ھے کہ یہ معمے حل هو جائیں ' لیکن علم انساني کے معمے اور کائنات هستي کے راز بهي حل نہ هو سکیں گے - انسان دس معمے سلجھاتا ھے ' تو سو نئے معمے اُس کے اضطراب عجز کے لیے پیدا هو جاتے هیں - انسان کے لیے اب سے هزاروں برس پیشتر بهي علم کے معمے تھے ' اب بهي معمے هیں ' اور شاید آیندہ بهي همیشہ معمے باقي رهینگے :

وما اوتیتم من العلم الا قلیلا - ۵

مقرر یا سیاسی ؟

(سیاست سے پہلے تربیت)

(مقتبس از بعض رسائل مصر)

ہمارے ہاں " سیاست " سب سے آسان تر کام ہے ' کیونکہ کسی اصول اور قاعدہ کا علم اس کیلیے ضروری نہیں - لوہاری ' نجاری ' جلد بندی ' نعل بندی ' حتی کہ حجامت بھی سیاست سے مشکل ہے ' کیونکہ یہ تمام پیشے اپنے مقررہ اصول اور قواعد رکھتے ہیں ' جنکے جانے بغیر کوئی آدمی انہیں اختیار نہیں کر سکتا - لیکن " سیاست " کی حالت اس سے بالکل مختلف ہے - جس لمحہ چاہو " سیاسی " ہونے کا اعلان کردے سکتے ہو ' اور سیاست کے نام سے جو بکواس بھی چاہو بلا تامل کر سکتے ہو - کوئی تم پر اعتراض کی جرأت نہیں کرسکتا ' کیونکہ ہمارے ہاں سیاست کسی اصول اور قاعدہ پر مبنی نہیں ہے -

لیکن جو قومیں " سیاست " جانتی ہیں ' اُنکے نزدیک یہ چیز بہت مشکل ہے - اُنکے یہاں اِسکے لیے کچھہ اصول و قواعد ہیں ' جن میں کمال حاصل کیے بغیر کوئی آدمی سیاسی نہیں ہو سکتا - اُنکے نزدیک سیاست کی شرطوں میں سے اولین شرط ' اخلاق ہے اور آخری شرط ' کلام یا تقریر ہے - اُنکے یہاں سیاسی ایک خاموش ' پر فکر ' اور کارکن ہستی ہے - اُسکی آواز بازاروں ہیں سنی نہیں جاتی - مجلسیں اُسکی لفاظی سے نا آشنا ہوتی ہیں - وہ خاموش دریا کی طرح ' بغیر کسی شور و غل کے کام کرتا ہے - اُنکے یہاں سیاسی زیادہ بولنے والے ' کم کام کرنے والے ' اور اپنی شہرت کا ڈنکا بجانے والے کو نہیں کہتے - بلا شبہ اگر اپنے تدبر اور قوت عمل کے ساتھہ سیاسی ' قوت خطابت کا بھی مالک ہے ' تو سونے پر سہاگا سمجھا جاتا ہے - لیکن برک ' برایٹ ' اور گلیڈسٹون کی شہرت صرف اُنکی خطابت کی وجہ سے نہ تھی - وہ پہلے سیاسی تھے - پھر خطیب اور مقرر -

بہت سے بڑے بڑے سیاسی ایسے گذرے ہیں جنکی تقریریں مجلسوں میں نہیں گونجتی تھیں - لیکن اُنکے خاموش کام دنیا کو ہلا ڈالتے تھے - اِن سیاسیوں کی فصاحت کا یہ حال تھا کہ جب پارلیمنٹ میں تقریر کرنے کھڑے ہوتے تھے ' تو بہت سے ارکان اُٹھکر سگریٹ نوشی کیلیے چلے جاتے تھے - اور جو بیٹھے رہتے تھے ' انمیں سے بھی اکثر اونگھہ کر خراٹے لینے لگتے تھے - لیکن با وجود اِسکے اُنکے عمل ابتک زندہ ہیں - دنیا کی تاریخ میں اُنکے نام جلی حرفوں میں لکھے ہیں - برخلاف اِسکے بڑے بڑے مقرر جو بادلوں کی طرح گرجتے تھے ' مرتے ہی گمنام ہوگیے !

ڈیوک ولنگٹن مقرر نہ تھا ' بلکہ اپنی کم سخنی کی وجہ سے " خاموش " کے لقب سے مشہور ہوگیا تھا - تا ہم " آہنی " کہلاتا تھا ' کیونکہ اُسنے جنگ میں نپولین جیسے فاتح کو تباہ کیا اور حالت امن میں محض اپنی اخلاقی قوت سے اپنے تمام مخالف زیر کر لیے - کوئی نہیں کہہ سکتا کہ خاموش ولنگٹن کا مرتبہ مقرر گلیڈسٹون سے کم تھا -

ہم قوت خطابت کی اہمیت گھٹانی نہیں چاہتے - ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ قوت خدا کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت اور قوموں کی اجتماعی زندگی میں ایک ضروری عامل ہے - لیکن ہم اپنی قوم کا یہ اعتقاد غلط ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ " تقریر ہی سب کچھہ ہے " جس کی تقریر موثر ہوتی ہے ' اُسے سب کچھہ سمجھا جاتا ہے ' اور جس کی تقریر کمزور ہوتی ہے ' اُسے کچھہ نہیں سمجھا جاتا - حالانکہ ایک کم علم ' بہترین مقرر ہوسکتا ہے اور علامۂ دوراں ' تقریر کے میدان میں ایک قدم بھی نہیں چل سکتا -

تھوڑے دن ہوئے ' مسٹر بالڈون موجودہ وزیر اعظم انگلستان نے ایک کالج کے طالب علموں کے سامنے تقریر کی تھی - یہ تقریر ہمارے موضوع سے متعلق ہے ' اور اِس لائق ہے کہ عوام اُسے پڑھیں اور فائدہ اُٹھائیں - اُنھوں نے نہایت عمدہ طور پر ثابت کیا ہے کہ افراد اور قوموں کی سیاسی زندگی میں تربیت کتنی ضروری چیز ہے ؟

وزیر اعظم نے کہا " تربیت کا سب سے بڑا ثمرہ یہ ہے کہ وہ عقل کو تصنع اور ریا سے پاک کرتی اور حقائق اشیا دیکھنے کا موقعہ بہم پہنچاتی ہے - علم ہمیں بالکل صحیح طور پر فصاحت و بلاغت سے بد ظن کرتا ہے - آزاد ملکوں میں اگر کسی شخص کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھنا ضروری ہے ' تو وہ لچھے دار تقریریں کرنے والا شخص ہے - یعنی وہ شخص جو نیم تعلیم یافتہ بھیڑ کو اپنی لسانی سے مسحور کردیتا اور گمراہی کو خوشنما بنا کر عام کرتا ہے - آزادی کے ہر زمانہ میں سب سے بڑا خطرہ ' یہی گمراہ مقرر رہے ہیں - اِس وقت بھی ہیں ' اور آئندہ بھی رہینگے - ہماری موجودہ آزادی مقدس ہے - ہمیں یقین ہے کہ آزادی ہمارے ملک کے لیے ایک نعمت عظمی ہے - ہم کسی طرح بھی گوارا نہیں کرسکتے کہ بساقط اخلاق کے فصیح البیان مقرر اپنی زبانوں کے زہر سے اُسے مسموم کرڈالیں "

" بچپن میں خوشنما لفظوں اور بلیغ جملوں پر میں عاشق تھا - لیکن اٹھارہ برس کی عمر میں پہنچکر میں نے " فروڈ " کا یہ قول پڑھا " فن خطابت (تقریر) علمی بدکاری ہے " اُس دن سے میرا عشق ' نفرت سے بدل گیا اور فصاحت و بلاغت پر سے میرا بھروسہ اُٹھہ گیا "

" وزیر اعظم ہونے کے بعد میں نے سنا کہ جماعت کی ایک معزز خاتون نے ' جس سے مجھے تعارف کی عزت حاصل نہیں ' اپنے

دوست سے سوال کیا " کیا تم جدید وزیر اعظم کو مہذب کہہ سکتے هو؟ مجهے شک هے ' یہ خاتون " مہذب " کے معنی پوري طرح سمجهتی هے - لیکن یہ یقیني هے کہ اُس کے نزدیک تہذیب کوئي ایسي چیز ضرور هے جس سے انگلستان کے وزیر اعظم کو متصف هونا چاهیے - اور بلا شبہ یہ بہت عمدہ خیال هے "

" میرے نزدیک تہذیب ایک ایسا عمل هے جو کبهي ختم نہیں هوتا - مدرسہ میں میرا چال چلن بے داغ تها ' لیکن میں تمهارے سامنے اعتراف کرتا هوں کہ میں نے طالب علمي کا زمانہ بے کار ضایع کردیا - جس دن سے مجهے هوش آیا ' اُس دن سے میں برابر اپني کمي پوري کرنے میں کوشاں هوں - میں تم سے سچ کہتا هوں - دنیا میں کوئي مسرت بهي اُس مسرت کا مقابلہ نہیں کر سکتي جو علم حاصل کرنے میں حاصل هوتي هے - میں آج بهي طالب علم هوں ' اور سو برس کي عمر حاصل کرنے کے بعد بهي طالب علم رهونگا - اپنے موجودہ منصب سے نکلنے کے بعد میرا اولین فرض یہ هوگا کہ پوري مستعدي سے علم حاصل کرنا شروع کردوں "

" هم سب جانتے هیں کہ کوئي قوم بهي قدرت کي طرف سے متمدن بنا کر نہیں بهیجي گئي هے - تمام متمدن قوموں نے تمدن و تہذیب کوشش کرکے حاصل کي هے - تمدن کي راہ مشکلات سے لبریز هے - تمدن ' تنزل کے خطرہ سے محفوظ نہیں هے - سینکڑوں قومیں جو کبهي متمدن تهیں ' اپني غفلت کي وجهہ سے وحشي هوگئیں - همیں اپني موجودہ تہذیب پر گهمنڈ نہیں کرنا چاهئے - یہ تہذیب جو هم نے خون پاني ایک کرکے اور لگاتار محنتوں کے بعد حاصل کي هے ' ذرا سي غفلت اور غرور سے تنزل اور پستي سے بدل جا سکتي هے - محض مادي ترقي اور مادي علم ' تمدن نہیں هے - تمدن اِس سے بڑهکر کوئي اور چیز هے - انسانیت کا سب سے زیادہ خطرناک زمانہ وہ هے جبکہ علم تیزي سے آگے بڑہ رها هو ' اور اپنے ساتهہ مادي ترقي ' مادي علم ' اور مادي سامان آسائش عام کر رها هو - لوگ بلا محنت کے کہا رهے هوں ' بے خطر مادي لذتوں سے متمتع هو رهے هوں ' اور معنوي ترقي اور روحي اصلاح و تہذیب سے غافل هوں - میں ڈرتا هوں ' همارا موجودہ زمانہ وهي خطرناک زمانہ نہ هو ' اور هماري موجودہ تہذیب کي کشتي مادي خواهشوں کي چٹانوں سے ٹکراکر غرق نہ هوجائے "

" تعلیم و تربیت کي اس سے زیادہ کوئي غرض نہیں نہ لوگوں کو اشیاء کي اصلي حقیقت معلوم هو - هر چیز کو ویسا هي دیکهیں ' جیسي وہ هے ' اور اُسي درجہ میں رکهیں جس درجہ میں اُسے هونا چاهیے - یہ غرض صرف اُنهیں معلموں کے ذریعہ حاصل هوسکتي هے جو خود بے غرض هیں - حق کي تعلیم صرف اس لیے دیتے هیں کہ وہ حق هے - حق کو پوري سچائي ' صفائي ' اور دیانت سے ظاهر کرتے هیں - خود غرض معلم ' سیاسي اغراض کے بندے ' حقیر دنیاوي مقاصد پر حق کو قربان کرنے والے لوگ ' هرگز حق کے معلم نہیں هو سکتے - ایسے معلم قوم کے لیے سب سے بڑا خطرہ هیں ' اور اِن دجالوں سے قوم کے نوجوانوں کي حفاظت و حمایت هر محب وطن کا اولین فرض هے - همیں انکي جڑ کاٹ ڈالني چاهیے اور قوم کو اُن کے شر سے همیشہ کے لیے نجات دیدیني چاهیے "

عالم شرق و اسلام

مرحوم سعد باشا زغلول

مصر کي آخري حرکت استقلال کا قائد عظیم

الموت نقاد على كفه   جواهر يختار منها الجياد !

سعد باشا زغلول کے انتقال سے عالم شرق و اسلام کي ایک ایسي شخصیت رو پوش هوگئي جس مین قوم کي سیاسي قیادت و رهنمائي کي نہایت طاقتور روح نمایاں هوي تهي - اُس کي رهنمایانہ زندگي کي تاریخ کوي طول طویل تاریخ نہیں هے - اُس نے اپني طویل زندگي کے صرف آخري چند سال قوم کي سیاسي رهنمائي میں صرف کیے ' لیکن اِس قلیل وقت کا یہ استعمال ایسا بر وقت اور اس درجہ صحیح و طاقتور تها ' کہ تاریخ نے فوراً اپنے دروازے کهول دیے ' اور مصر کے قومي رهنما کے لیے اکابر و مشاهیر عالم کي صف میں جگہ طیار کردي - یقیناً وہ ان لوگوں میں سے تها ' جنکے کارناموں کیلیے تاریخ کے اوراق همیشہ منتظر رهتے هیں !

(مختصر سوانح حیات)

سعد باشا کا سنہ ولادت ۱۸۶۰ع هے - ان کي طفولیت کے زمانے میں نئي تعلیم کے مدارس نے اس درجہ فروغ نہیں پایا تها کہ لوگوں کو ان کي طرف توجہ هوتي - اُن سب کے لیے جو تعلیم کا شوق رکهتے هوں ' صرف ایک هي جگہ تهي ' اور وہ جامع ازهر کي درس گاہ تهي - چنانچہ علوم عربیہ و اسلامیہ کي متوسط درجہ تک تعلیم انهوں نے اور ان کے چهوٹے بهائي فتحي بے نے جامع ازهر هي میں حاصل کي -

ان کي عمر ابهي بیس برس کي بهي نہیں هوئي تهي کہ قاهرہ میں سید جمال الدین کي علمي مجالس کي شهرت پهیلي - یہ سید موصوف کا مصر میں دوسرا ورود تها ' اور شیخ محمد عبدہ ان کے نہایت سرگرم شاگرد هوچکے تهے - سعد زغلول بهي انکي مجالس درس میں پهنچنے لگے ' اور شیخ محمد عبدہ سے اُن کا رشتۂ ارادت و تلمذ قائم هوگیا - اسي رشتہ نے ان کي اُس تعلیمي ذهنیت میں جو جامع ازهر کے تعلیمي جمود سے پیدا هوئي تهي ' ایک انقلابي حالت پیدا کردي ' اور نظر و فکر کي نئي نئي راهیں کهلنے لگیں - اُن کي وہ غیر معمولي قوت خطابت و فصاحت جس کي وجہ سے وہ همیشہ اپنے معاصرین میں ممتاز رهے ' دراصل شیخ محمد عبدہ هي کی صحبت و تلمذ کا نتیجہ تهي -

عربي پاشا کي فوجي تحریک جو بہت حد تک سید جمال الدین کي سیاسي تخم ریزیوں کا قبل از وقت نتیجہ تهي ' جب سنہ ۱۸۸۲ میں نمودار هوئي ' تو شیخ محمد عبدہ حکومت مصر کے سرکاري گزٹ " الوقائع المصریہ " کے محرر اور مطبوعات مصریہ کے مدیر تهے ' اور غالباً سعد زغلول بهي انکے ساتهہ اسي دفتر میں کام کرتے

تھے - چند ماہ بعد جب خدیو توفیق پاشا کی وطن فروشی اور سلطان عبد الحمید کی مذبذب اور متزلزل حکمت عملی کی کمزوری سے "تل الکبیر" کے معرکہ کے بعد انگریزی فوج مصر میں داخل ہوگئی، تو عرابی پاشا اور محمود بارودی پر مقدمہ چلایا گیا، اور شیخ محمد عبدہ بھی ان کے ساتھ گرفتار کرلیے گئے - ان کا جرم یہ بتلایا گیا تھا کہ انہوں نے وقائع مصریہ میں ایسے مقالات لکھے تھے جن میں تحریک کی حمایت کی گئی تھی - غالباً سعد زغلول بھی اُن کے تعلق کی وجہ سے مبتلائے محن ہوئے لیکن بعد کو رہا کردیے گئے - کیونکہ فی الحقیقت شیخ کے تعلق و تلمذ کے سوا ان کا تحریک میں کوئی حصہ نہ تھا -

اسی زمانہ میں انہیں نئی تعلیم کا شوق ہوا - پہلے فرانسیسی زبان کی تحصیل کی - پھر قانون کا مطالعہ کیا - اور سنہ ۱۸۸۹ میں وکالت شروع کردی - اُن کی غیر معمولی ذہانت اور طبعی استعداد کے ثبوت میں یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ جب انہوں نے مصر کی اعلی عدالتوں میں وکالت کرنی چاہی، تو سرکاری محکمہ نے اجازت دینے سے انکار کردیا - کیونکہ نہ تو اُنہوں نے باقاعدہ سرکاری مدارس میں تعلیم حاصل کی تھی، نہ یورپ کے مدارس قانون کی کوئی سند رکھتے تھے - لیکن انہوں نے اپنے استحقاق و اہلیت پر اصرار کیا، اور کہا "اگر اس معاملہ کا دار و مدار استعداد اور اہلیت پر ہے نہ کہ سند کے ایک پرزہ پر، تو قانون کا سخت سے سخت امتحان لے لیا جائے - اگر میں یورپ کے سند یافتہ محامیوں سے (مصر میں قانون کے بیرسٹر کو محامی کہتے ہیں) بہتر ثابت ہوں تو میری درخواست منظور کی جائے" یہ واقعہ ہے کہ امتحان لیا گیا، اور اُن کی قانونی استعداد بہتر سے بہتر معیار پر بھی پوری اُتری!

انکی غیر معمولی استعداد نے بہت جلد ترقی مناصب کی راہ اُن پر کھول دی - پہلے بعض قانونی مناصب پر مامور ہوئے - پھر سنہ ۱۹۰۶ میں اس درجہ شہرت حاصل کرلی کہ وزیر تعلیم ہوگئے -

اسی زمانہ میں مصری مجلس تشریع (لیجس لیٹو اسمبلی) کے نظام میں وسعت ہوئی، اور نئے نئے طریقہ رائج ہوئے - یہ ہر موقعہ پر سرکاری مناصب کیلیے ایک اول درجہ کے امیدوار تسلیم کیے جاتے تھے - سنہ ۱۹۱۱ میں مجلس تشریع نے انہیں اپنا رئیس منتخب کیا، جسپر وہ (غالباً) سنہ ۱۹۱۴ تک قائم رہے -

(سعد زغلول کا سیاسی مسلک)

سعد زغلول کی تعلیمی اور سیاسی، دونوں زندگیوں کی ابتدا شیخ محمد عبدہ کی تعلیم و تاثیر سے ہوئی تھی، اسلیے وہ اپنی زندگی کے آخری سالوں تک (یعنی سنہ ۱۹۱۸ تک جبکہ التواء جنگ کے بعد انہوں نے مصر کے کامل استقلال کا مطالبہ کیا ہے) اُسی مسلک پر گامزن رہے جو واقعۂ عرابی کے بعد خود شیخ محمد عبدہ نے اختیار کرلیا تھا - ہمیشہ انکا شمار شیخ کی جماعت کے مخصوص افراد میں رہا - وہ اُن تمام لوگوں میں جنھیں شیخ کی فیض صحبت نے پیدا کیا تھا، نمایاں اور ممتاز تھے -

شیخ محمد عبدہ مرحوم کا یہ حال تھا کہ وہ فطرۃ کی بہترین دماغی بخششیں لیکر پیدا ہوئے، لیکن جامع ازہر کی تعلیمی فضا سے کوئی بلند تر تعلیمی فضا حاصل نہ کرسکے - اسی اثنا میں سید جمال الدین مرحوم قاہرہ پہنچے، اور اُن کے فیض صحبت سے شیخ کے تمام فطری جوہر اُبھر آئے -

سید موصوف کی دعوت اگرچہ تعلیمی اور دینی اصلاح پر مشتمل تھی، لیکن اُس کا محوری مرکز سیاسی انقلاب تھا، کیونکہ وہ یقین کرتے تھے کہ اسلام کی دینی روح، سیاسی روح سے الگ نہیں ہے - انہوں نے مصر میں بھی انقلابی دعوت کی تخم ریزی کی - اُس وقت مصر اسماعیل پاشا کی مسرفانہ اور عیش پرستانہ زندگی سے تباہ ہورہا تھا - اغیار و اجانب کی مداخلتوں کے نئے نئے دروازے کھل رہے تھے، طالبین اصلاح کی تمام امیدیں ولی عہد مصر توفیق پاشا سے وابستہ تھیں - سید جمال الدین نے توفیق تک رسائی حاصل کرنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا، کہ پہلے خود قاہرہ کے فری میسن لاج میں داخل ہوئے، پھر کوشش کرکے توفیق کو بھی اس کا گرینڈ ماسٹر منتخب کرالیا، اور اس طرح فری میسن کا مخفی اور محفوظ جماعتی دائرہ اپنے اور اُس کے گرد کھینچ لیا - توفیق پاشا سید موصوف کے اصلاحی خیالات سے پوری طرح متاثر ہوا، اور عہد واثق کیا کہ با اقتدار ہوتے ہی اصلاح و انقلاب حال کے لیے پوری طرح کوشش کریگا - لیکن جب کچھ عرصہ کے بعد وہ خدیو مصر ہوا، اور سید جمال الدین اُن عہود و مواثیق کے ایفا کے طالب ہوئے، تو پہلے تولیت و لعل شروع کیا - پھر صاف انکار کردیا، اور کوشش کی کہ جمال الدین مصر سے نکل جائیں -

فقدناه ، والامال ترجو حياته
وفی اللیلة الظلماء یفتقد البدر !

فقید الشرق، احمد سعد زغلول

سید جمال الدین یہ حالت دیکھکر نہایت متاثر ہوئے - اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ جو افراد قوم اور ملک کی نجات کی راہ میں حائل ہوں، اُنہیں راہ سے ہٹا دینا جرم نہیں ہے بلکہ انسانیت کی خدمت ہے - چنانچہ اُنہوں نے توفیق پاشا کے قتل کی کوششیں شروع کردیں - اور اس کام کے لیے قرعۂ فال اُن کے نوجوان تلمیذ محمد عبدہ کے نام نکلا - شیخ نے اس واقعہ کے بیس برس بعد ایک خط میں جو مسٹر بلنٹ کے نام لکھا تھا، اقرار کیا ہے کہ توفیق کو قتل کردینے کیلیے وہ طیار ہوگئے تھے - توفیق پاشا قاہرہ سے اسکندریہ جا رہا تھا، یہ پستول لیکر سڑک پر کھڑے ہوگئے - مگر جب حملہ کا وقت آیا تو

انھوں نے محسوس کیا کہ یہ کام اس قدر آسان نہیں ہے جس قدر انھوں نے ذمہ داری لیتے ہوئے خیال کیا تھا - ان کا دل مضطرب ہوکر شکستہ اور حملہ نہ کرسکے -

اس کے بعد جمال الدین مصر سے نکل جانے پر مجبور ہوئے اور ہندوستان چلے آئے -

عرابی پاشا کے حادثہ میں شیخ محمد عبدہ کو بھی جلا وطنی کی سزا دی گئی تھی ' لیکن چھہ سات سال کے بعد جب انھوں نے مصر آنا چاہا تو حکومت نے اجازت دیدی ' اور واپسی کے تھوڑے ہی عرصہ بعد افتاء کے عہدہ پر مامور ہوگئے - اسی عہد سے مصر میں ان کی دینی و تعلیمی اصلاحات کا اصلی دور شروع ہوتا ہے -

لیکن ابتدائی سیاسی زندگی کی نا کامیوں کا جو رد فعل اُن کے اندر پیدا ہوگیا تھا ' ضروری تھا کہ اس کے اثرات ان کے فکری مزاج میں بھی سرایت کرجاتے - چنانچہ وہ مدة العمر کے لیے سیاست سے یک قلم علحدہ ہوگئے - اس سے بھی زیادہ یہ کہ مصر میں انگریزی قبضہ کے فوائد کا اعتراف کرلیا ' اور پوری زندگی نام نہاد اعتدال سے بھی زیادہ محتاط سیاسی عقائد میں بسر کردی - انھوں نے اپنے مشہور مقالہ " الاسلام و النصرانیہ " میں سیاست سے اور اُن تمام باتوں سے جو سیاست سے ادنی تعلق بھی رکھتی ہوں ' حتی کہ سیاست کے لغوی مادہ سے بھی ' جو " تعوذ " کیا ہے ' وہ اُن کی فکری حالت کا مظہر ہے -

انھوں نے متعدد مرتبہ اپنے اس مسلک کی تشریح بھی کی تھی - اُنکا خیال یہ تھا کہ انگریزی قبضہ کی وجہ سے اگرچہ مصر کے سیاسی استقلال کو نقصان پہنچا ہے ' لیکن ساتھہ ہی تحریر و تقریر کی آزادی اور تعلیمی و اقتصادی ترقی کے فوائد بھی حاصل ہوے ہیں - ملک کا فرض ہے کہ پہلے اس مہلت سے فائدہ اٹھاکر اپنی تعلیمی اور دینی حالت درست کرلے - پھر سیاسی استقلال کے لیے ساعی ہو - اُنکا جو سیاسی لائحہ مسٹر بلنٹ نے " مصر کی مخفی تاریخ " میں شائع کیا ہے ' وہ تعجب انگیز حد تک انکی سیاسی قدامت پسندی ظاہر کرتا ہے - سنہ ۱۹۰۱ میں انکا خیال تھا کہ مصر کے لیے بڑی سے بڑی چیز جو ہوسکتی ہے ' وہ صرف یہ ہے کہ ایک اچھی قسم کی مجلس تشریع (لیجسلیٹیو اسمبلی) اُسے دیدی جائے جسمیں ایک بڑی تعداد کے انتخاب کا حق ملک کو حاصل ہو - وہ اس لائحہ میں انگریزی قبضہ کے خلاف ایک لفظ نہیں لکھتے -

بہر حال شیخ محمد عبدہ کا سیاسی مسلک اس نوعیت کا تھا ' اور چونکہ سعد زغلول بھی انھی کے تلمیذ اور صحبت یافتہ تھے ' اس لیے ابتدائی تعلقات میں اس سطح سے بلند نہ ہوسکے - سنہ ۱۹۱۷ تک اُنکی تمام زندگی سرکاری مناصب میں گزری ' اور آزاد قومی تحریکات کے خلاف وہ ویسے ہی ایک سرگرم سرکاری عہدہ دار رہے ' جیسے مصر کے دفتری اقتدار کے تمام دیگر افراد تھے - سنہ ۱۸۹۶ میں جب مرحوم مصطفی کامل پاشا نے حزب الوطنی کی بنیاد ڈالی ' تو یہ بھی اسکے ویسے ہی مخالف تھے ' جیسے مصر کے سرکاری حلقہ کے تمام افراد (بہ استثناء خدیو عباس ' کیونکہ وہ مخفی طور پر مصطفی کامل کا سر پرست تھا) مخالف تھے - سنہ ۱۹۰۵ میں جب سید علی یوسف مالک المؤید نے " حزب الامة " قائم کی ' تو اس کے اندر بھی سعد زغلول اور ان کے ساتھیوں ہی کا ہاتھہ کام کر رہا تھا - مقصود یہ تھا کہ حزب الوطنی کو شکست ہو - مصطفی کامل پاشا نے جب انتقال کیا اور اُن کی جگہ مرحوم فرید بے حزب الوطنی کے رئیس منتخب ہوے ' تو جن لوگوں نے ان کی مساعی کی تخریب میں سرکاری وسائل سے کام لیا ' اُن میں ایک سرگرم اور طاقتور شخصیت سعد پاشا کی بھی تھی - شیخ عبد العزیز شاویش نے جب اللوا کی جگہ حزب الوطنی کے لیے " العلم " جاری کیا ' تو جس شخص نے سب سے زیادہ اپنے وسائل کار ان کی مخالفت میں خرچ کیے ' حتی کہ ان کی گرفتاری کے احکام بھی صادر ہوگئے ' وہ سعد پاشا زغلول ہی تھے !

اس سلسلہ میں سنہ ۱۸۹۰ سے لیکر سنہ ۱۹۱۸ تک جو واقعات پیش آئے ' وہ بے شمار ہیں ' اور ایک مقالہ میں اُن کا استقصاء ممکن نہیں - مصر کی سیاسی حالت نے ایک ایسی نوعیت پیدا کرلی تھی کہ اُس میں دو مذہبوں کے سوا عملاً تیسرے مذہب کی گنجایش ہی نہ تھی - یا تو انگریزی قبضۂ مصر سے مصر کو فوراً نجات ملنی چاہیے ' یا اسے جاری رہنا چاہیے - یہی دو اصولی اعتقاد " حزب الوطنی " اور " حزب الاحتلال " کی شکل میں ظاہر ہوے - حزب الاحتلال کے داعی یعقوب صروف اور فارس نمر اصحاب " المقطم " تھے ' اور حزب الوطنی کی صدائیں مصطفی کامل مرحوم کی زبان سے بلند ہوتی تھیں - چونکہ قبضۂ مصر کی صریح موافقت مصری طبائع پر بالطبع گراں گزرتی تھی ' اسلیے ارباب مناصب و موالات اپنے آپکو حزب الاحتلال میں ظاہر کرنے سے جھجکتے تھے ' اور اس قسم کی پردہ پوش توجیہیں کرنے لگتے تھے جیسی ہمیشہ ان حالات میں ضعفاء ہمت اور بیچارگان عزم نے کی ہیں - مثلاً " تدریجی اصلاحات " کا مغالطہ ' " مصالح وقت " کا حیلہ ' " تعلیمی استعداد کی تقدیم " کا فریب خیال ' اور اسی طرح کے حیل و مغالطات ' لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ ان تمام لوگوں کی ذہنیت حزب الاحتلال ہی کی ذہنیت تھی ' کیونکہ بیرونی قبضہ کی موجودگی میں صرف دو ہی سیاسی عقیدے کسی ملک کے لیے ہوسکتے ہیں : یا تو قبضہ رہنا چاہیے ' یا اُسے فوراً ختم ہو جانا چاہیے - ان دونوں کے درمیان تیسری راہ ممکن نہیں ! و یریدون آن یتخذوا بین ذلک سبیلا !

(سنہ ۱۹۱۸ میں انقلاب فکر)

بہر حال سعد پاشا کی پوری زندگی جس عالم میں بسر ہوئی تھی ' اُس سے قومی و وطنی جہاد استقلال کا عالم متصل نہ تھا ' فاصلہ پر تھا - لیکن سنہ ۱۹۱۸ میں جب مصر کو ایک رہنماے صادق کی ضرورت ہوئی ' تو قدرت الہی نے اِس کا غیر متوقع سامان کردیا اور اچانک سعد پاشا کی طاقتور شخصیت نمایاں ہوگئی - انھوں نے ایک ہی جست میں وہ پورا فاصلہ طے کرلیا جو اُن کے پچھلے ساٹھ سالہ دور حیات اور مصر کی تحریک حریت و استقلال کے درمیان حائل تھا !

حقیقت یہ ہے کہ اگر زغلول پاشا جیسا شخص جس کی تمام زندگی حکومت کے بڑے بڑے ذمہ دارانہ مناصب میں گزر چکی تھی ' اور جس کے مداحوں میں لارڈ کرومر تک شریک ہوچکے تھے ' اس موقعہ پر مصر کا علم استقلال نہ اٹھاتا ' تو یہ تحریک اس قدر طاقت و اہمیت حاصل نہ کرسکتی ' جو اُس نے چند ماہ کے اندر حاصل کر لی تھی !

تاریخ و عبر

تاریخ عہد عباسیہ کا ایک صفحہ

محمد الامین اور عبداللہ المامون

حال میں ڈاکٹر احمد فرید رفاعی مصری نے "عصر المامون" کے نام سے ایک مفید اور دلچسپ کتاب شایع کی ہو اور تاریخ اسلام کے اس اہم عہد کی ذہنی اور مزاجی حالت پر مشرح بحث کی ہو۔ بحث کا ایک اہم موضوع امین اور مامون کی حریفانہ شخصیتیں ہیں۔ اور اُن کی اخلاقی اور نفسیاتی حالت کا موازنہ ہو۔ ذیل میں اُس کا ایک حصہ ترجمہ کے بعد درج کیا جاتا ہو:

محمد الامین

محمد الامین بن ہارون الرشید ۱۷۰ھ ہجری میں پیدا ہوا۔ یہی سال ہارون الرشید کی تخت نشینی کا ہو۔ امین اپنے سوتیلے بھائی، مامون سے عمر میں ۶ مہینے چھوٹا تھا۔

امین کی ماں زبیدہ بنت جعفر بن المنصور ہو۔ لہذا وہ ماں اور باپ دونوں طرف سے ہاشمی ہو۔ اس کے بعد یہ نسلی امتیاز کسی عباسی خلیفہ کو حاصل نہیں ہوا۔

امین کے ہاشمی ماموں کو سلطنت میں بڑا اثر و اقتدار حاصل تھا۔ جب اُنھوں نے محسوس کیا کہ خلافت کی طرف دوسرے عباسیوں کی گردنیں اُٹھ رہی ہیں، تو کوشش کی، کہ اُن کا بھانجا امین ہی رشید کا جانشین ہو۔ چنانچہ عیسیٰ بن جعفر بن المنصور نے (جو امین کا ماموں تھا) فضل بن یحییٰ کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ امین کے لئے ولیعہدی کی بیعت حاصل کرے۔ فضل بن یحییٰ برمکی کو خلافت میں جو رسوخ حاصل تھا، محتاج تشریح نہیں۔ ہارون الرشید نے اُسے ایک بڑی فوج دیکر خراسان کی بغاوت فرو کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ یہ موقعہ اس تجویز کو کامیاب بنانے کے لئے بہترین موقعہ تھا۔ فضل نے خیال کیا، اگر امین اُس کی کوشش سے تخت خلافت پر بیٹھے گا، تو اُس کا رسوخ سب سے زیادہ ہو جائے گا۔ چنانچہ اُسنے اپنی تمام قوتیں اس کے لئے وقف کر دیں، فوج کے تمام سپہ سالاروں کو ملا لیا، اور محمد الامین کی ولی عہدی کا اعلان کر دیا۔ بغیر کسی توقف کے اُس کی پوری فوج نے بیعت کر لی۔ اُس عہد کا شاعر سلم کہتا ہو:

قد بایع الثقلان فی عہد الہدیٰ لمحمد بن زبیدۃ ابنۃ جعفر!

نمیری کہتا ہو:

ببیعۃ لولی العہد احکمہا

بالنصح منہ وبالاشفاق والحدب

قد وکد الفضل عقد الاتنقاض لہ

لمصطفی من بنی العباس منتجب

خلیفہ ہارون الرشید کو جب واقعہ کی اطلاع ہوئی تو معاملہ اُسکے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ اہل شرق بیعت کر چکے تھے۔ اب اس کے سوا چارہ کار نہ تھا کہ اسے منظور کر لے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور محمد الامین باضابطہ ولی عہد مقرر ہو گیا۔ ابان اللاحقی کہتا ہو:

عزمت امیر المؤمنین علی الرشد برأی ہدی فالحمد لذی الحمد!

باوجودیکہ امین ہارون کا بڑا لڑکا نہ تھا، لیکن اس طرح بہ آسانی ولی عہد قرار پا گیا۔

امین کی نفسیاتی و اخلاقی تحلیل

مشاہیر عالم کے عہد طفولیت کی تاریخ بھی اُن کی عظمت کے آثار و علائم سے خالی نہیں ہوتی۔ اُن میں بعض قابلیتیں نظری ہوتی ہیں اور بعض تعلیم و تربیت سے پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن ہمارے قدیم مورخین نے اپنی تاریخی شخصیتوں کے عہد طفولیت کی طرف سے عموماً بے اعتنائی برتی ہو اس لئے اُن کی اخلاقی تحلیل اور نفسیاتی کیفیات کی بنیادیں متعین کرنا آج آسان نہیں ہے تاہم ہمیں بیہقی کا شکر گزار ہونا چاہئے جسنے اپنی کتاب المحاسن و المساوی میں محمد الامین کے عہد طفولیت و تعلیم پر کسی قدر روشنی ڈالی ہو۔ اور اسی طرح زبیدہ کا ایک خواب بھی قابل ذکر ہے جسے مسعودی نے مروج الذہب میں روایت کیا ہو۔ ان نامکمل روایتوں سے ہم معلوم کر سکتے ہیں کہ امین کو استخارہ کرنے کی خو کیسے پڑی؟ وہ کیوں فصیح، بلیغ، ادیب تھا؟ وہ کیوں لہو و لعب کا دلدادہ تھا؟ کیوں پُرسکون تھا اور خونریزی سے خائف رہتا تھا؟

***

تمھیں معلوم ہو کہ ہارون الرشید نے امین کو فضل بن یحییٰ کی گود میں دیدیا تھا اور مامون کو جعفر بن یحییٰ کی گود میں۔ فضل بن یحییٰ نے امین کے اتالیق ہشیم ابن بشر الواسطی سے کہا تھا "سب سے زیادہ اس بات کی کوشش کرنا کہ اسے خونریزی سے نفرت ہو جائے۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں خدا اسے سفاک نہ بنائے"۔ اسی طرح ہارون الرشید نے امین کے معلم، احمر نحوی سے کہا تھا "اگر نرمی سے اس کی اصلاح نہ ہو تو سختی کرنا"۔ اب ہمیں سننا چاہئے خود امین کا یہ معلم اپنے شاگرد کی بابت کیا کہتا ہو؟

احمر کی روایت ہو:

"میں اکثر بڑی سختی سے پیش آتا تھا۔ حتیٰ کہ اُن اوقات میں بھی اُسے پابند رکھتا تھا جو کھیل کود کے لئے مقرر تھے۔ امین نے اپنی والدہ سے میری شکایت کر دی۔ زبیدہ نے مجھے خط لکھا کہ بچہ کی تندرستی برقرار رہنے کے لئے اُسے چند گھنٹے کی مہلت ضرور دینی چاہئے۔ اسپر میں نے کہا شاہزادہ کا درجہ بلند ہو چکا ہو۔ اُس کی شہرت عام ہو گئی ہو۔ امیر المومنین کی اُس سے محبت اور سلطنت کی ولیعہدی کا مقتضی یہ ہو کہ اُس کی تعلیم و تربیت میں کوتاہی نہ کی جائے۔ یہ سخت نامناسب ہوگا کہ وہ زبان کی فصاحت سے قاصر، قوانین شریعت سے جاہل، اور دقائق سیاست سے غافل رہجائے۔ کیونکہ حکومت کی بنیادیں یہی ہیں۔ اسپر خادمہ نے آکر مجھے جواب دیا کہ یہ سچ ہو مگر وہ ماں ہو اور ماں کا دل بچے کی تکلیف سے بیچین ہو جاتا ہو۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اسمیں ایک دَرپردہ راز بھی ہو۔ اگر کہو تو بیان کر دوں۔ میں نے کہا ضرور بیان کرو۔ اُسنے کہا میری آقا زبیدہ نے مجھ سے اپنا یہ خواب بیان کیا ہو کہ جس رات امین کا حمل میں نے محسوس کیا تھا، میں نے خواب میں دیکھا کہ تین عورتیں آئی ہیں۔ ایک میرے دہنے طرف بیٹھی، دوسری بائیں طرف، تیسری نے میرے پیٹ پر اپنا ہاتھ پھیرا اور کہنے لگی "بادشاہ، بڑی سخاوت والا، بڑا بوجھ اُٹھانے والا، جلد چلا جانے والا" دوسری نے کہا "بادشاہ، کم عمر، صاف دل، عیش پرستی میں پڑنے والا"، تیسری نے کہا "بادشاہ، بُرے چلن والا، بہت ضایع کرنے والا، کم جھگڑنے والا، کم انصاف کرنے والا"، زبیدہ کہتی ہو میں خوف زدہ ہو کر بیدار ہو گئی۔ پھر حمل میں کوئی خواب نہیں دیکھا۔ لیکن جس رات ولادت ہوئی اُس رات وہی تینوں عورتیں مجھے سوتے میں نظر آئیں۔ وہ آئیں اور بچہ کے سرہانے بیٹھ گئیں۔ سب نے ایک ساتھ جھک کر اُس کا منہ دیکھا۔ ایک کہنے لگی "تر و تازہ پودا، نازک پھول، خوشنما چمن، شیریں چشمہ، کم باقی رہے گا۔ جلد فنا ہو جائے گا" دوسری نے کہا "بیوقوف، بُرا، تباہی کی طرف دوڑے گا، فساد پر جری ہوگا" تیسری بولی "اسکی قبر کھودو۔ اس کا کفن قریب لاؤ۔ اس کا جنازہ طیار کرو۔ موت اس کے لئے زندگی سے بہتر ہو" زبیدہ کہتی ہو: میں خوف سے سہم گئی۔ منجموں کو بلایا۔ سب نے درازی عمر کی بشارت دی۔ مگر میرا دل برابر خوف سے کانپتا رہا ہو۔ یہ واقعہ بیان کر کے شاہی خادمہ کہنے لگی اے احمر کیا ہمارا خوف، اللہ کی تقدیر کو دُور کر سکتا ہو؟ میں نے کہا نہیں"

احمر نحوی کے بعد ہارون نے مشہور امام فن قطرب نحوی کو امین کی تعلیم پر مقرر کیا۔ حماد عجرد، امین پر عاشق تھا اور برابر کوشاں تھا کہ کسی نہ کسی طرح اُس کا معلم مقرر ہو جائے۔ مگر ناکام رہا کیونکہ اُس کا فسق و فجور مشہور ہو گیا تھا۔ حماد کو اپنے حریف قطرب کی کامیابی پر بڑا غصہ آیا۔ اُسنے خیال کیا یہ منصب اسے اس لئے مل گیا کہ مجھ سے زیادہ ریاکار ہو اور اپنا تہتک چھپانے میں ہوشیار ہے۔ چنانچہ فوراً ایک کاغذ پر چند اشعار لکھے اور خلیفہ کے خادم کو رشوت دیکر آمادہ کر لیا کہ کاغذ، خلیفہ کے قلمدان میں رکھ دیا جائے۔ جب خلیفہ نے قلمدان منگایا تو کیا دیکھتا ہو کہ ایک کاغذ پر یہ اشعار مرقوم ہیں:

قل للامام: جزاک اللہ مغفرۃ

لا یجمع الدہر بین السخل والذیب

السخل غرۃ ہم الذیب غفلتہ

والذیب یعلم ما بالسخل من طیب

ہارون رشید نے یہ منظوم رقعہ پڑھ کر کہا "دیکھو یہ معلم کہیں بدچلن نہ ہو۔ اسے محل سے نکال دو"، چنانچہ قطرب نکال دیا گیا اور حماد اُس کا جانشین بنا۔ ستر یا اسّی آدمی ہمیشہ اس کی نگرانی کرتے تھے۔

ہم اس قسم کی روایتوں سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ امین کی نشو و نما کیسی خراب ہوئی تھی۔ اور اُس کے مستقبل پر اُسنے کیسا خراب اثر ڈالا تھا؟ امین کی ابتدائی تعلیم و تربیت کا یہ نقص بھی عظیم ہو کہ اُسے سیاسی پختہ کاری حاصل کرنے کا موقعہ ہی نہیں ملا۔ حالانکہ

پادشاہوں کے لئے یہ چیز لازمی ہو۔ خصوصاً اُس عہد میں جبکہ بادشاہ بالکل مطلق العنان ہوتے تھے۔ اُن کی رہنمائی کے لئے بجز دین اور ذاتی تقویٰ کے کوئی ضابطہ اور قانون موجود نہ تھا۔ ہارون الرشید کو اپنی ولی عہدی کے زمانہ میں اس کا پورا موقعہ ملا۔ خلیفہ ہادی نے اُسے جنگ روم کا سپہ سالار بنایا تھا۔ بڑے بڑے سپہ سالاروں اور سیاسی مدبروں کی صحبت نصیب ہوئی تھی۔ اسی طرح ماموں کو بھی کافی تجربہ حاصل ہوا تھا۔ خراسان وغیرہ بلاد میں وہ برسرِ حکومت رہا تھا اور پختہ کار ہو گیا تھا۔ لیکن محمد الامین اس تمام سیاسی اور عملی تعلیم و تربیت سے محروم رہا۔ زبیدہ کا لاڈ اور پیار، مصاحبوں کی چاپلوسی، ہاشمی ماموؤں کا دلار، امین کی ہلاکت کے ابتدائی اسباب تھے۔

چنانچہ تخت نشیں ہونے کے بعد ہم اُسے ایک عیش پرست، مسرف، اور غافل حکمراں پاتے ہیں۔ تخت خلافت پر متمکن ہونے اور عبداللہ المامون کی بیعت حاصل کرلینے کے بعد اُسنے اپنے تئیں لہو و لعب کے حوالے کردیا۔ خوبصورت لڑکے اور خواجہ سرا محل میں جمع ہو گئے تھے سارا وقت لہو و لعب اور عیش و عشرت میں صرف ہوتا تھا۔ اسی طرف، بعض ناموں کی تصریح کے ساتھ، ایک ہم عصر شاعر اشارہ کرتا ہے:

الایا مزمن المثوی بطوس	غریبا ما یفادی بالنفوس
لقد ابقیت للخصیان بعلا	تحمّل منہم شوم البسوس
فاما "نوفل" فالشان فیہ	وفی "بدر" فیالک من جلیس!
واما العصمی "بشار" لدیہ	اذا ذکروا بذی سہم خسیس
واحسن الصغیر "اخس حالا	لدیہ عند مخترق الکؤوس
لہم من عمرہ شطر و شطر	یعاقر فیہ شرب الخندریس
وللغانیات لدیہ حظ	سوی التقطیب بالوجہ العبوس
اذا کان الرئیس کذا سقیما	فکیف صلاحنا بعد الرئیس
فلو علم المقیم بدار طوس	لعز علی المقیم بدار طوس

عبداللہ المامون

عبداللہ المامون ١٤ ربیع الاول ١٧٠ ہجری میں پیدا ہوا۔ یہی خلیفہ ہارون الرشید کی تخت نشینی کا دن ہے۔ ہارون اس مبارک ساعت میں بچہ کی پیدائش سے بہت خوش ہوا اور اُس کا نام "المامون" (مبارک) رکھا۔ اُس کی ماں "مراجل" ایک کنیز تھی۔ بعض مورخ کہتے ہیں اس کا سلسلۂ نسب ایران کے ایک معزز خاندان سے ملتا ہے۔

ماموں نے گہوارۂ خلافت میں پرورش پائی[۲] اور اعلیٰ تعلیم و تربیت حاصل کی۔ شروع ہی سے آثار ذہانت و نجابت اُسپر نمایاں تھے۔ بلند ہمت اور اولوالعزم تھا۔ پست خیالات اور رکیک حرکات سے نفرت کرتا تھا۔

ماموں میں یہ تمام صفات موجود تھیں، اپنے باپ خلیفہ کا بہت محبوب تھا۔ عمر میں بڑا تھا۔ مگر اس ہمہ ولی عہد نہ ہو سکا۔ کیونکہ امین کی والدہ، زبیدہ، کا اثر خلیفہ پر ماموں کی ماں سے بہت زیادہ تھا پھر جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا، امین کے ہاشمی ماموؤں اور فضل بن یحییٰ برمکی کی سازش نے خلیفہ کو بے بس کردیا تھا۔ اُسنے طوعاً و کرہاً امین کو ولی عہد تسلیم کرلیا۔

مورخین نے ماموں کی نجابت کے بہت سے قصے لکھے ہیں خود اُس کا معلم ابو محمد یزیدی روایت کرتا ہے:

"میں ماموں کا معلم تھا۔ ایک دن قصر خلافت میں گیا اور دیر تک منتظر رہا۔ بار بار آدمی بھیجکر اُسے طلب کیا مگر وہ نہ آیا۔ میں نے اُس کے اتالیق سعید الجوہری سے شکایت کی۔ سعید نے کہا ہاں، سست ہو گیا ہے۔ لیکن باوجود اسکے اپنی سستی کا الزام خادموں کو دیتا ہے۔ جب وہ آئے تو سختی سے پیش آنا۔ چنانچہ جب شاہزادہ میرے روبرو پہونچا، تو میں نے ملامت کی۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور ہاتھوں سے ملنے لگا اتنے میں خبر آئی جعفر بن یحییٰ وزیر آرہا ہے۔ ماموں نے جلدی سے رومال نکالا، آنکھیں پونچھیں، لباس درست کیا، فرش پر چار زانو ہو بیٹھا، اور پیش خدمت سے کہا "وزیر کو حاضر ہونے کی اجازت دو" میں مجلس سے خوفزدہ اُٹھ گیا۔ مجھے یقین تھا وہ وزیر سے ضرور شکایت کرے گا۔ ماموں نے وزیر سے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ گفتگو کی۔ معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ ابھی رو چکا ہے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں باتیں کرتے جاتے تھے اور خوب ہنستے تھے۔ جب وزیر رخصت ہونے لگا تو ماموں نے غلاموں کو اُس کی سواری پیش کرنے کا حکم دیا۔ نیز اُس کے رکاب میں چلنے کو کہا۔ پھر مجھے طلب کیا اور فرمایا سبق پورا کردو۔ میں نے دعا دیکر عرض کیا۔ "میں تو خوف سے کانپ رہا تھا کہ آپ وزیر سے میری شکایت کردینگے" اُسنے فوراً جواب دیا "انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اے ابو محمد! میں خود ہارون الرشید پر بھی یہ کبھی ظاہر نہ کرتا کہ مجھے معلم نے سرزنش کی ہے۔ بھلا وزیر کیا چیز ہے! جو وہم تمھیں پریشان کر رہا تھا وہ کبھی واقع نہیں ہوسکتا اگرچہ سو مرتبہ بھی مجھے تنبیہ کرو۔ خدا تمھیں معاف کرے۔ اب آؤ، پڑھانا شروع کرو!"

بچپن ہی میں ماموں غیر معمولی طور پر عقلمند تھا۔ ثبوت کے لئے یہ مشہور قصہ کفایت کرتا ہے۔ ایک دن زبیدہ نے ہارون الرشید کو ملامت کی کہ امین سے زیادہ ماموں کی کیوں تعریف کرتا ہے؟ خلیفہ نے کہا اس کا سبب ابھی معلوم ہوا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک مصاحب کو حکم دیا کہ جاکر دونوں سے خلوت میں پوچھے "خلیفہ ہوکر کیا کروگے؟" امین نے خوش ہوکر جواب دیا "تجھے مالامال کردوں گا" ماموں کا جواب یہ تھا "بیوقوف! تو مجھ سے سوال کرتا ہے کہ میں اُس دن کیا کروں گا جب امیر المومنین دنیا میں باقی نہیں رہیں گے؟ میری تمنا تو یہ ہے کہ ہم سب اُنپر قربان ہوجائیں!" یہ جواب سُنکر زبیدہ ندامت سے خاموش ہو گئی۔

بچپن ہی سے ماموں کو پورا احساس تھا کہ وہ ایک جلیل القدر شاہزادہ ہے اور مستقبل میں تخت خلافت پر متمکن ہونے والا ہے۔ چنانچہ شاہی آداب رسوم کا بڑا لحاظ رکھتا تھا۔ اس کا یہ واقعہ بہت ہی مشہور ہے کہ ایک دن اپنے ایک دوسرے معلم حسن اللؤلئی کے سامنے بیٹھا تھا کہ اونگھ گیا۔ معلم نے کہا "سو گئے؟" ماموں نے غضبناک ہوکر آنکھیں کھول دیں اور کہا "قسم رب کعبہ کی میرا معلم محض بازاری آدمی ہے!" پھر غلاموں کو حکم دیا، اسے محل سے نکال دیں خلیفہ نے سنا تو مسرت سے یہ شعر پڑھا:

وہل ینبت الخطی الا وشیجہ
وتغرس الا فی منابتہا النخل

انہی اعلیٰ صفات نے ماموں کو خلیفہ کا محبوب بنا دیا تھا۔ انہی نے اپنے بھائی کے بعد اُس کے خلیفہ بننے کی سفارش کی۔ انہی نے اُس عہد کے تمام عقلاء و مشاہیر کو اُس سے وابستہ کر دیا تھا۔

شروع ہی سے ظاہر ہوتا تھا کہ ماموں جماعت کا آدمی اور امت کا قائد ہے۔ ایسے آدمی کے لئے ایک بڑی شرط، قوتِ خطابت بھی ہے۔ قدرت نے ماموں کو پوری فیاضی سے یہ قوت بخش دی تھی۔ چنانچہ روایت ہے کہ جب ماموں، سن شعور کو پہونچا تو خلیفہ نے بعض فصحاء کو حکم دیا کہ اُس کے لئے خطبہ لکھیں۔ خطبہ طیار کیا گیا اور جمعہ کے دن ماموں نے مسجد میں سنایا۔ اُسنے یہ خطبہ اس دلیری، سلاست فصاحت، اور شان سے سنایا تھا کہ تمام حاضرین رونے لگے اور کوئی شبہ نہ کرسکا کہ یہ خطبہ دوسروں نے طیار کیا ہے۔ ابو محمد یزیدی نے فوراً قصیدہ لکھا:

لہتن امیر المومنین کرامۃ — علیہ بہا شکر الالٰہ وجوب
بان ولی العہد مامون ہاشم
بدا فضلہ اذ قام وہو خطیب
ولما رماہ الناس من کل جانب
بابصارہم والعود منہ صلیب
رماہم بقول: انصتوا اعجالہ
وفی دونہ للسامعین عجیب!

ماموں کی یہی نجابت و ذہانت تھی جسنے ہارون کو خوف زدہ کر رکھا تھا۔ وہ امین کے لئے ماموں سے خائف تھا، اور ماموں کے لئے امین سے اندیشہ کرتا تھا۔ وہ دیکھتا تھا، امین کے ہاتھ میں سلطنت کی تمام قوتیں ہوں گی اور وہ اپنے اولوالعزم بھائی کے مٹانے میں کوئی کوشش اُٹھا نہ رکھے گا۔ دوسری طرف اُسے یہ بھی صاف نظر آرہا تھا کہ ماموں، عقلمند، مدبر، بلند ہمت ہے، اور اپنے سادہ لوح بھائی کو آسانی سے تباہ کرڈال سکتا ہے۔ پھر دونوں کے طرفداروں کی قوت بھی اُس سے پوشیدہ نہ تھی۔ امین کی پشت پر بنی ہاشم اور قریش تھے۔ ماموں کی حمایت پر تمام ایرانی عنصر کربستہ اور کافی طاقتور تھا۔

اس خطرہ کے سدباب کے لئے اُسنے دونوں بھائیوں سے ایک عہد لکھوایا۔ ١٨٦ ہجری میں اُنھیں اور اُنکے بڑے بڑے طرفداروں کو ساتھ لے کر حج کو گیا اور ہزاروں قسموں کے ساتھ یہ عہد، خانہ کعبہ میں آویزاں کیا گیا۔

تمام حالات پر نظر ڈالنے کے بعد صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہارون الرشید، ماموں کو زیادہ چاہتا تھا۔ اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ طوس میں وفات کرتے وقت اُسنے اپنی تمام ذاتی فوج، ہتھیار اور مال و دولت، ماموں کے نام وصیت کردی۔

پھر ماموں کو یہ امتیاز بھی حاصل تھا کہ وہ آدمیوں کو پہچانتا تھا اور اُن کے انتخاب میں ہمیشہ خوش قسمت تھا۔ ماموں کے آدمی بھی اگرچہ خود غرضیوں سے خالی نہ تھے، مگر وہ جانتے تھے کہ اُن کا ذاتی نفع اسی میں ہے کہ ماموں کامیاب ہو اور خلیفہ بنے۔ اُن لوگوں کی وفاداری کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ اُن میں اکثر ایرانی النسل تھے۔ اور معلوم ہے کہ ماموں کی ماں بھی ایرانی تھی۔ اس لئے قدرتی طور پر اُن کی ہمدردی اُسے حاصل تھی۔

ماموں کی خراسان سے غیر معمولی دلچسپی کا بھی یہی راز ہے۔ ماموں، نمایاں طور پر خراسانیوں کا طرفدار تھا۔ اُس کی یہ طرفداری لوگوں کو صاف محسوس ہوتی تھی، اور عربی عنصر کی بددلی کا موجب بن گئی تھی۔ تاریخ میں یہ واقعہ ثبت ہے کہ ایک شخص نے ماموں سے بار بار کہا "امیر المومنین! شام کے عربوں پر بھی ویسی ہی شفقت کیجئے جیسی خراسان کے عجمیوں پر کرتے ہیں" ماموں نے جواب دیا "تم نے مجھے جواب پر مجبور کردیا۔ سنو، قبیلۂ قیس کو میں اُس کے گھوڑوں پر سے اس طرح اُتار سکا کہ میرے خزانے میں اب ایک پیسہ بھی باقی نہیں رہا (یعنی دولت دیکر اُنھیں اپنی مخالفت سے باز رکھا) رہا یمن، تو نہ میں نے کبھی اُس سے محبت کی اور نہ اُسنے کبھی مجھ سے محبت کی۔ رہا قضاعہ تو اُسکے سردار برابر سفیانی (یعنی ایک حدیث کے موعود بادشاہ) کا انتظار کر رہے ہیں کہ اُس کی پیروی کریں۔ رہا ربیعہ تو وہ اُسوقت سے اپنے خدا پر خفا ہے جب سے اُسنے اپنا نبی مضر میں پیدا کیا ہے"

ماموں کا یہ جواب بڑی حد تک درست ہے۔ لیکن خراسان کی طرف اُس کے میلان کی اصلی وجہ وہی اُس کی فارسیت ہے جسکا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ اُس کی ماں بھی فارسی تھی اور اُس کی تعلیم و تربیت میں بھی فارسی اثر غالب رہا تھا۔ اسی بنا پر ہم سمجھ سکتے ہیں کہ بعض محققین نے ماموں کو شیعہ کیوں قرار دیا ہے؟ ہم جانتے ہیں کہ فارسی ماحول، شیعیت سے لبریز تھا۔

[۲] اور ماموں نے اُسی میں پرورش پائی تھی۔

افسانہ

ماں کی محبت

(مشہور روسی افسانہ نگار "ماکسم گورگی" کے ایک اخلاقی افسانہ کا ترجمہ)

امیر تیمور گورکانی، درۂ "کانہول" میں، جو گلاب و یاسمن کے سُرخ و سفید پھولوں کے ایک حسین ابر پارے سے چھپا ہوا تھا، عیش و نشاط اور نا و نوش میں مشغول تھا ـــــ سمرقندی شاعروں نے اِس درہ کو "پرواز گل" کے نام سے موسوم کیا تھا ـــــ اِس عجیب مقام سے شہر کے تمام آسمان شکوہ، مینار، اور مساجد و معابد کے سبز گنبد بخوبی نظر آتے تھے ـــــ درہ کی لمبائی کے گرد، پندرہ ہزار رنگین قناتیں، بڑے بڑے پنکھوں کی طرح، زمین پر قائم تھیں، اور اُن پر دیبا و پرنیاں کی رنگین جھنڈیاں ـــــ ایسا معلوم ہوتا تھا، جاندار پھول ہوا میں تیر رہے ہیں!

تیمور کا خیمہ، اِن قناتوں اور جھولداریوں کے درمیان ایک خوبصورت ملکہ کی طرح نظر آتا تھا جو اپنی خواصوں کنیزوں کے حلقہ میں کھڑی ہو ـــــ اُس کے خیمہ کی قنات، زمین کا مربع حصہ گھیرے ہوئے تھی جس کے چاروں حصے تقریباً سو قدم طویل اور تین نیزوں کے برابر بلند تھے۔ خیمہ بارہ طلائی ستونوں پر قائم تھا جو درمیانی حصے کے نیچے نصب تھے اور اِس غرض سے کہ کہیں یہ رنگ و بو کا ارضی ابر آسمان کی طرف نہ اُڑ جائے، پانسو سرخ ریشمین طنابوں کے ساتھ محکم کر دیا گیا تھا۔ خیمہ کے چاروں گوشوں میں ایک ایک چاندی کا بنا ہوا شاہین، جو صنعت کا نفیس ترین نمونہ تھا، بٹھایا گیا تھا ـــــ خیمہ کے بیچ میں پانچواں شاہین، خود تیمور تھا ـــــ وہ شہنشاہ جو نہیں جانتا تھا مغلوب ہونا کسے کہتے ہیں؟؟

تیمور کا لباس بہت کشادہ تھا، جو آبی رنگ کی دیبا سے تیار کیا گیا تھا، اسپر پانچ ہزار سے زیادہ مروارید کے دانے ٹکے تھے۔ سر پر سفید اور شکستہ کلاہ جس کے نیچے سے اُس کے سپید و سیاہ بال باہر نکل رہے تھے ـــــ اُس کی آنکھوں سے، جو چاروں طرف نگراں تھیں، جوش کا خون اُبل رہا تھا!

اُس کی آنکھیں چھوٹی اور تنگ تھیں مگر ہر چیز دیکھ رہی تھیں، دیکھ سکتی تھیں ـــــ اُن سے زہر کی سی سردی اور خنکی ٹپک رہی تھی۔!

شہنشاہ کے کانوں میں سراندیپ کے عقیق کے دو گوشوارے تھے، رنگ میں حسین و جمیل ہونٹوں سے ملتے جلتے!!

خیمہ میں نہایت نفیس اور قیمتی قالین بچھے تھے جن پر عیش و عشرت کا سامان مہیا تھا۔ ایک طرف......... مغنیوں اور سازندوں کا ہجوم تھا ـــــ تیمور کے قریب، اُس کے عزیز و اقربا، دوسرے بادشاہ، خوانین، اور فوجی افسر بیٹھے تھے ـــــ سب سے زیادہ نزدیک، اُس کے دربار کا شاعر "کرمانی" ـــــ اپنے کیف معنوی میں مخمور نظر آتا تھا!

یہ وہی کرمانی ہے جس سے ایک دن، تیمور کی اِس طرح گفتگو ہوئی تھی:

"کرمانی! اگر مجھے فروخت کیا جائے تو تم کتنے میں خریدو گے؟" تیمور نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"پچیس سپاہیوں کے معاوضے میں!" کرمانی کا جواب تھا۔

"یہ تو صرف میرے زرّیں پٹکے کی قیمت ہے"! تیمور نے غضبناک ہو کر کہا۔

"میں نے بھی تو اسی پٹکے کی قیمت لگائی ہے ورنہ خود آپکی ذات کے لئے تو کوئی ایک روپیہ بھی نہ دے گا"!!

کرمانی نے بیباکی سے جواب دیا۔

کیسا زبردست اور جابر شہنشاہ! ـــــ کس قدر دہشت انگیز!! ـــــ کس درجہ ہولناک!!! ـــــ اور کرمانی کی یہ بیخوف گفتگو! کیا اِس حق گو شاعر کی شہرت، تیمور کی شہرت سے زیادہ بلند ہونے کا حق نہیں رکھتی؟؟

یکایک ـــــ اِس بزم نوشانوش کے مترنم اور خوشگوار ہنگاموں میں، ایک آواز ـــــ جس طرح بادلوں سے بجلی کوند جاتی ہے ـــــ "یلدیرم بایزید" کے مغلوب کرنے والے کے کانوں میں آئی ـــــ!

یہ آواز ـــــ ایک عورت کی آواز تھی، جو ایک غضبناک شیرنی کی آواز کی طرح سُنائی دی!!

تیمور کے انتقام جُو اور زخمی دل کو، جو اُس کے فرزند دلبند کے ضائع ہو جانے کے سبب سے تمام دُنیا اور دنیا والوں کے خلاف، غیظ و غضب سے لبریز ہو گیا تھا ـــــ یہ آواز ایک آشناسی آواز معلوم ہوئی! جام عشرت، اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اُسکے لبوں پر ایک اضطراری لہر دوڑ گئی۔ یہ لہر کہہ رہی تھی" یہ دلخراش آواز کہاں سے آئی"؟

حکم کی تعمیل "بندگان دولت" کی گھبراہٹ نے کی جو چاروں طرف دوڑ گئے تھے ـــــ شہنشاہ کو جواب ملا" یہ ایک دیوانی عورت کی آواز ہے جو کسی طرح یہاں تک پہنچ گئی ہے۔ شکل و صورت سے فقیرنی معلوم ہوتی ہے۔ عربی میں گفتگو کرتی ہے اور" فرمانروائے بحر و بر کی آستاں بوسی کی خواہشمند ہے"!

"فوراً حاضر کی جائے"!!

تیمور نے حکم دیا اور ـــــ عورت خیمہ میں داخل ہوئی ـــــ برہنہ پا! پھٹے ہوئے کپڑے! سینہ چھپانے کے لئے اپنی زلفیں بکھیر ہوئے! چہرہ کا رنگ اُڑا ہوا ـــــ بغیر کسی کپکپاہٹ کے، جو ایسے باجاہ و جلال اور ہیبتناک شہنشاہ کی موجودگی کا ادنیٰ سا خراج تھا ـــــ اُسنے دونوں ہاتھ شہنشاہ کی طرف پھیلا دئے اور بیباکانہ ـــــ خود فراموشانہ لہجہ میں گویا ہوئی:

"کیا تو ہی وہ فرمانروا ہے جسنے سلطان بایزید کو مغلوب کیا؟"

"ہاں میں ہی ہوں ـــــ میں نے ہی بایزید کو اور بایزید ایسے کئی بادشاہوں کو مغلوب کیا ہے! بتا تو کیا چاہتی ہے"؟

تیمور نے جواب دیا۔

"سُن لے، امیر! تو جو کچھ بھی ہے اور جس حیثیت میں بھی ہے پھر بھی ایک آدمی ہے! لیکن میں ـــــ آہ، میں ایک ماں ہوں! تو موت اور ہلاکت کی خدمت کرتا ہے، میں زندگی اور سلامتی کی خدمت کرتی ہوں ـــــ تو انسان کو ہلاک کرتا ہے۔ میری گود میں اُسکی پرورش ہوتی ہے۔ مجھے بتلایا گیا ہے کہ تیرے عقیدے میں انصاف کرنا، توانائی میں داخل ہے، مگر مجھے یقین نہیں آتا، اور نہیں آئے گا، جب تک تو میری فریاد کو ـــــ میری داد کو نہیں پہونچیگا۔"!

عورت نے کمال تمکین و وقار کے لہجہ میں کہا" اِس لئے کہ میں ایک ماں ہوں! ایک دُکھیاری ماں!!"

تیمور نے عورت کی بیخوفی اور بے پروائی کو حیرت سے دیکھا اسکو بیٹھنے کی اجازت دی" میں سُن رہا ہوں تم اصل واقعہ سناؤ!"

عورت، شہنشاہ کے سامنے چار زانو ہو بیٹھی اور کہنے لگی "امیر! میں سالرمو کی رہنے والی ہوں ـــــ تو نے ہرگز اِس جگہ کا نام نہ سنا ہوگا کیونکہ وہ دور ہے ـــــ یہاں سے بہت ہی دُور!...... میرا باپ اور شوہر ماہی گیر تھے، ایک دن بحری قزاقوں نے چھاپا مارا اور" ـــــ اُسنے روتے ہوئے کہا "دونوں قتل کر ڈالے۔ میرے" ـــــ اُس کی ہچکی بندھ گئی تھی ـــــ "میرے لخت جگر کو جو نہایت خوبصورت تھا ـــــ"

تیمور کے منہ سے آہ نکل گئی۔ اسنے دل ہی دل میں کہا "خوبصورت!...... میرے لڑکے جہانگیر کی طرح! آہ"

عورت نے اپنا قصہ جاری رکھتے ہوئے اور آنکھوں سے سیلاب درد بہاتے ہوئے کہا "بے رحم قزاق میرا لڑکا پکڑ لے گئے، آج چار سال! ـــــ آہ، پورے چار سال گزرے کہ میں اُس کی تلاش میں دیوانہ وار چاروں طرف پھرتی ہوں مگر کہیں پتہ نشان نہیں ملتا ـــــ امیر! میں سمجھتی ہوں میرا لڑکا تیرے پاس ہے، کیونکہ بایزید کے لشکر نے اُن بحری قزاقوں کو گرفتار کر لیا تھا اور تو نے بایزید کو شکست دے کر اُس کا سب کچھ چھین لیا ـــــ ضرور ہے کہ میرا لڑکا تیرے پاس ہوگا اور اِس لئے میں چاہتی ہوں تو اُسے میرے سپرد کر دے"!

حاضرین دربار، عورت کی باتوں پر ہنس پڑے" یہ دیوانی ہو گئی ہے"۔

شاعر کرمانی نے کہا" ہاں یہ دیوانی ہے مگر ایک ماں کی طرح"!

تیمور نے دریافت کیا" بڑھیا تو کس طرح اِس قدر دُور دُور راستوں سے اِس جگہ آ پہونچی؟ تو نے ایسے ایسے پہاڑ اور جنگل کیونکر طے کئے؟ راستہ میں وحشی لٹیروں اور ڈاکوؤں کے ہاتھوں سے کس طرح بچی"؟

آہ، ماں کی محبت!! ـــــ!! ماں کی ہمیں پرستش کرنی چاہئے! دُنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو ماں کی محبت کے راستہ میں حائل اور مانع ہو سکے! انسان کے تمام کامل صفات حسنات ـــــ سب ماں کے دودھ کی چھاؤں میں پرورش پاتے ہیں ـــــ!! پھول، آفتاب کے بغیر پیدا نہیں ہوتا! نیک بختی، محبت کے بغیر نصیب نہیں ہوتی! محبت، عورت کے بغیر ممکن

نہیں ـــــ اور شاعر اور سپاہی ـــــ کوئی بھی ماں کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتا ـــــ!

مظلوم عورت نے مکرر کہا "تیمور! میرا لڑکا مجھے دلادے!"

شاعر کرمانی بولا "ماؤں کی ہمیں پرستش کرنی چاہیے اس لئے کہ وہ ہمارے لئے بڑے بڑے آدمی پیدا کرتی ہیں، اور آدمیوں کو بلند رتبہ پر پہنچاتی ہیں ـــــ ارسطو، فردوسی، اور ـــــ اسی طرح سعدی اپنی شہد آمیز شیریں زبانی کے ساتھ ـــــ عمر خیام اپنی شراب کی سی زہر آلود رباعیوں کے ساتھ ـــــ سکندر، ہومر، اور بہرام گور ـــــ یہ سب عورت کے، ایک ماں کے بچے ہیں!"

تیمور اُس عورت کی باتوں سے کسی گہری فکر میں چلا گیا۔ پھر سر اُٹھاکر ـــــ اسنے حکم دیا کہ تین سو شہسوار فوراً اُس لڑکے کی تلاش میں روانہ ہوجائیں، جو شخص ڈہونڈھکر لائے گا اُسے انعام دیا جائے گا ـــــ" پھر اُسنے آہ بھرکر کہا ـــــ میں سمجھ گیا یہ عورت اس قدر بے پروا اور بے خوف کیوں ہے؟ ـــــ چونکہ وہ ماں ہے! ـــــ ایک محبت کرنے والی ماں!! اور کوئی ماں نہیں ہوتی جو محبت نہ کرتی ہو!! لڑکے کے کھوجانے سے اُس کے دل میں آگ سی بھڑک رہی ہے ـــــ ایسی آگ! جو برسوں تک، قرنوں تک، شرارے چھڑک سکتی ہے"

تیمور کے حکم جاری کرنے پر کرمانی کی شاعرانہ اور درد آشنا رُوح وجد میں آگئی۔ اُسنے فی البدیہہ یہ اشعار موزوں کرلئے:

ماں

یہ کون نغمہ ہے ساری دنیا کے نغمہائے طرب سے شیریں؟
جو آسمان کے ستاروں، باغوں کے پھولوں کا عکس بن رہا ہے
کوئی بتائے بھلا وہ کیا ہے؟

زمانہ کے اہل ذوق میں سے ہر ایک کا یہ خیال ہوگا
کہ وہ محبت ہے جس سے یہ خاکدان تیرہ سنور رہا ہے!
حریم ہستی مہک رہا ہے!

وہ چیز جو آفتاب نصف النہار اُردی بہشت سے بھی
ہزار درجہ زیادہ اچھا ہے، خوبصورت ہے، خوشنما ہے
کوئی بتائے بھلا وہ کیا ہے؟؟

فضائے شگوں میں، میں نے دیکھے ہیں مُسکراتے ہوئے ستارا
میں جانتا ہوں کہ چشم محبوب سارے پھولوں سے خوشنما ہے!
شراب گوں ہے شراب زا ہے!

میں جانتا ہوں کہ اُس کا اک ہلکا ہلکا سا نازنیں تبسم
دل شکستہ کے حق میں کس درجہ مہر انگیز و مہر زا ہے!
لب تکلم کا معجزہ ہے!

کرشمہ آرائی ہائے احساس حسن کے باوجود اب تک
نہ کہہ سکا کوئی شاعر آخر، وہ نغمۂ دل پذیر کیا ہے؟
جو سب سے بہتر ہے دلربا ہے!!

مگر میں کہتا ہوں اب کہ وہ نغمہ ـــــ آہ، وہ دلگداز نغمہ!
جو ساری دنیا کے سارے رنگیں ترانوں کا اصل مبتدا ہے!
جو قلب فطرت کا آئینہ ہے!

وہ نغمہ ـــــ وہ کائنات کا ـــــ کائنات کا سحر کار دل ہے!!
وہ دل کہ جس کا جہان والوں نے پیار سے نام ماں رکھا ہے!!
وہی محبت کی ابتدا ہے!!
وہی محبت کی انتہا ہے!!

مترجمہ اختر شیرانی ـ لاہور

اقتباس و تراجم

پروپاگنڈا

علم اجتماع نے ثابت کردیا ہے کہ نوع انسانی کی ترقی درحقیقت اُن تغیرات اور تدریجی انقلابات سے وابستہ ہے جو مختلف تمدنی موثرات کے ماتحت افراد، جماعات، اور اقوام کی زندگیوں میں واقع ہوتے ہیں۔ تمدن کی تاریخ دراصل اُن تدریجی تبدیلیوں کی تاریخ ہے جو تاریخ کے مسلسل زمانوں میں قوموں کی زندگی میں واقع ہوتی رہی ہیں۔

افراد چونکہ فطرۃً اپنے اسلاف کی تقلید کی طرف مائل ہوتے ہیں اور موروثی عقائد و عادات کے دلدادہ ہوتے ہیں، اس لئے وہ ہر اُس جدت کی مخالفت کرتے ہیں جو موروثی قدامت کو شکست کرنے والی یا اُسمیں تبدیلی کرنے والی ہوتی ہے۔ افراد اگر "جدید" کو قبول بھی کرتے ہیں تو طویل جدوجہد اور اپنے قدیم عقائد و خیالات کے مطابق اسمیں بہت کچھ ترمیم اور تبدیلی کے بعد یہ افراد کی جبلت و طبیعت ہے جس سے وہ مجبور ہیں۔ اس صورت حال کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ افراد و جماعت کی زندگی میں تبدیلی بہت آہستہ سرایت کرتی ہے اور انسانی تاریخ میں انقلاب، چیونٹی کی چال چلکر بہت عرصہ بعد رونما ہوتا ہے۔

لیکن کبھی اس تدریجی اور آہستہ رفتار پر ایسے غیر معمولی حالات طاری ہوجاتے ہیں کہ افراد و جماعت کی ذہنیت اُن سے کلیتہً متاثر ہوجاتی ہے۔ طبیعتیں بے خود ہوجاتی ہیں۔ قدامت کا عشق دُور ہو جاتا ہے اور جدت سے نفرت زائل ہوجاتی ہے۔ اس ناگہانی تغیر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جماعت تھوڑی ہی مُدت میں جست کرکے وہ اُن مراحل کو طے کرڈالتی ہیں جو عام حالات میں کہیں صدیوں کے سفر کے بعد طے کرتی۔

اُن غیر معمولی مؤثرات و عوامل میں، جو تمدن کی رفتار پر گہرا اثر ڈالتے اور اُسے سرعت بخشتے ہیں، ایک بڑا موثر سبب "جنگ" ہے۔ گزشتہ عالمگیر جنگ اس کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ یہ جنگ اگر دنیا کی سب سے بڑی نہیں تو بہت ہی بڑی جنگوں میں سے ایک نہایت ہی ہولناک جنگ ضرور تھی۔ لیکن باوجود اُن تمام مصائب و آلام کے اعتراف کے جو اس جنگ سے پیدا ہوئے، ہمیں اُس نہایت ہی تیز تبدیلی کو بھی تسلیم کرنا چاہئے جو اس جنگ نے معاشرت و اجتماع کی ہر شاخ میں اچانک پیدا کردی ہے۔ پھر اس تبدیلی سے افراد و جماعات کی زندگی کے ہر شعبہ میں جو عظیم انقلابات طاری ہوئے ہیں اُنھیں بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے حقیقت یہ ہے کہ گذشتہ دس بارہ سال میں انسانیت نے ترقی کے جتنے مرحلے طے کئے ہیں، عام حالات میں وہ صدیوں کی جدوجہد سے بھی طے نہ ہوتے۔ اِن تیز انقلابات و تغیرات نے افراد اور جماعتوں کی ذہنیت پر عظیم اثر ڈالا ہے اور اُسے ایک ایسے قالب میں ڈھال دیا ہے جو سراسر حیرت انگیز ہے حتیٰ کہ چشم بینا دیکھ سکتی ہے کہ آخری چند سال کی دوڑ کے بعد اب انسانیت اُس نقطہ پر پہنچ گئی ہے جس سے ماضی قریب کو کوئی علاقہ باقی نہیں رہا۔ انسانیت نے اپنے قریبی ماضی سے تمام رشتے تقریباً منقطع کرلئے ہیں۔ اب وہ اُسے مقدس و محترم نہیں سمجھتی اور اُس کی حفاظت میں کوئی دلچسپی ظاہر نہیں کرتی جنگ نے یہی نہیں کیا کہ انقلاب کا تنفر دُور کردیا ہے، بلکہ انسانیت کی ذہنیت بھی کچھ ایسی کردی ہے کہ وہ تبدیلی کی شیدا ہوگئی ہے، اُسے تلاش کرتی ہے، اُسے لینے کے لئے بیچین ہے۔ یہ نئی نکری روح تمام انسانی طبقوں میں کم و بیش عام ہے۔

اس ذہنی ترقی کے ساتھ ساتھ عمل کا ایک نیا طریقہ بھی عام ہو گیا ہے۔ اس طریقہ کو "پروپاگنڈا" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ آج یہ لفظ ہر کہہ و مہ کی زبان پر ہے۔ حالانکہ جنگ سے پہلے صرف ایک خاص گروہ میں مستعمل تھا۔ لوگ جب اسے کسی کی زبان سے سنتے یا کاغذ پر لکھا دیکھتے تھے تو اُن کے اندر ایک مبہم خوف سا پیدا ہوجاتا تھا۔ وہ اسے بھی فری میسن وغیرہ پراسرار لفظ کی طرح کوئی خطرناک لفظ سمجھتے تھے!

"پروپاگنڈا" لاطینی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے لغوی معنیٰ ہیں "بڑہتی، زیادتی، فراوانی" اور اصطلاح میں کسی تحریک کے پھیلانے اور عام کرنے کو کہتے ہیں۔ اس لفظ کی تاریخ یہ ہے کہ سنہ ۱۶۲۲ء میں روم کے پوپ گریگوریس پانزدہم نے ایک مذہبی انجمن قائم کی اور اُس کا نام یہی رکھا۔ اس انجمن کا مقصد یہ تھا کہ لاطینی قوموں میں مسیحیت پھیلائی جائے۔ کچھ مدت بعد یہ لفظ اُن تمام طریقوں کے لئے مستعمل ہونے لگا جو مختلف مذہبی اور سیاسی انجمنیں اپنے خیالات کی تبلیغ کے لئے کام میں لاتی تھیں۔ ایک طویل زمانہ تک یہ لفظ خواص ہی کے حلقہ میں گردش کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آہستہ آہستہ عوام میں بھی اس لفظ کو مقبولیت حاصل ہوگئی اور دَوران جنگ میں تو بچہ بچہ نے اسے سُنا اور اُس سے نہایت ہی کامیاب نتائج حاصل کئے گئے۔ اب تو یہ حالت ہوگئی ہے کہ صنعت، حرفت، تجارت، سیاست، مذہب، غرضکہ ہر شعبہ میں یہ لفظ استعمال کیا جاتا اور اُس کے مفہوم سے کام لیا جاتا ہے۔ تاجر اپنی تجارت کے فروغ دینے اور قسم قسم کی تدبیروں سے پبلک میں اُسے مقبول بنانے کے لئے جو کچھ کرتے ہیں، اُسے بھی "پروپاگنڈا" ہی کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ مُضر تحریکوں اور غلط اصولوں کی اشاعت و تبلیغ میں بھی یہی ہتیار کام میں لایا جاتا ہے۔

یہ محقق ہے کہ افراد اپنے انفرادی ماحول میں، جماعتی ماحول سے زیادہ عقلمند اور ہوشیار ہوتے ہیں۔ جماعت کے ماحول میں جانے کے بعد افراد کی ذہنیت بڑی حد تک کمزور ہوجاتی ہے اور وہ ایسے افعال پسند کرنے لگتے ہیں جو اپنے انفرادی ماحول میں ناپسند کرتے علم اجتماع نے صحیح طور پر ثابت کردیا ہے کہ جماعت کا داغ، فرد کے داغ سے کہیں زیادہ کمزور، پست، اور منفعل ہوتا ہے۔ پس افراد سے

عالمِ مطبوعات و صحائف

دُنیا کا جدید ترین شہر

آسٹریلیا کا نیا دارالحکومت

زمین کی آبادی، اور روح و دِل کی ویرانی!

ریوٹر ایجنسی کے ذریعہ یہ خبر مشتہر ہوچکی ہے کہ آسٹریلیا کی حکومت مقام کینبرا میں ایک نیا دارالحکومت تعمیر کررہی ہے۔ اب ملبورن کے "السٹریٹیڈ نیوز" نے اس نئے شہر کے مختلف حصوں کی نہایت دلچسپ تصویریں شائع کردی ہیں اور ہمارے سامنے موجود ہیں۔ ان تصویروں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی ریوٹر ایجنسی کا یہ بیان مبالغہ سے خالی تھا کہ "یہ شہر دُنیا کا سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ مرتب و منظم شہر ہوگا"

ایک تصویر میں آبادی کا ایک مکمل قطعہ دکھلایا گیا ہے، جس طرح کے قطعات پر پوری آبادی مشتمل ہوگی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آبادی بے شمار قطعات میں منقسم کردی گئی ہے۔ ہر قطعہ میں چاروں طرف چھوٹے چھوٹے چمن زار ہیں اور وسط میں مکانات۔ مکانات کا حصہ اور چاروں طرف کے چمن، سب کے سب مربع ہیں۔ مکانات کے مربع قطعہ میں جتنے مکان ہیں، سب کے سب ایک قطع اور ایک درجہ کے ہیں اُن کی تعداد کسی حال میں بھی دس مکانوں سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔ اگر اس طرح کے ہر قطعے کو ایک محلہ سے تعبیر کیا جائے، تو کہنا چاہیے کہ اس شہر کے ہر محلہ میں چار حصہ سے زائد رقبہ باغ و چمن کا ہوگا، اور صرف پانچواں وسطی حصہ آبادی کا!

دوسری تصویر میں باغ دکھلائے گئے ہیں۔ اِن کی سب سے زیادہ موثر خصوصیت یہ ہے کہ درختوں کی تعداد اور قطار ہر حصہ میں مساوی ہے۔ معلوم ہوتا ہے، سرو قدانِ چمن ایک ہی صورت، ایک ہی وضع اور ایک ہی تعداد میں ہر طرف صف آرا ہیں!

تیسری تصویر میں اُس مصنوعی نہر کا منظر دکھلایا ہے جو دارالحکومت کے مختلف حصوں میں پھیلکر چاروں طرف گردش کرے گی، اور پھر ایک جھیل کی شکل اختیار کرکے پانی اور بجلی کی طاقت کا ذخیرہ بہم پہونچائے گی۔ یہ نہر مصنوعی ہے، لیکن چونکہ انسانی صنعت کا کمال یہ ہوتا ہے کہ فطرت کی سادگیوں سے قریب تر ہوجائے، اس لئے کوشش کی گئی ہے کہ اس کے پیچ وخم اور نشیب و فراز میں قدرتی نہر کی سی شان پیدا کردیجائے۔ اسمیں شک نہیں کہ تصویر دیکھ کر کوئی نگاہ نہیں کہہ سکتی کہ یہ قدرتی نہر نہیں ہے!

باغوں کی روش میں جاپانی (اور فی الحقیقت اندلسی اور مغلی) طریقۂ تزئین و آرائش زمین کا ملحوظ رکھا گیا ہے۔ یعنے مختلف رنگ کے پتھروں اور سیمنٹ کے ذریعہ روشوں کے دامن اور حواشی بنائے گئے ہیں۔ ہر چمن زار کا حاشیہ سفید ہے۔ اُس کے بعد تھوڑی جگہ چھوڑ کر پھر ایک سفید جدول دَوڑا دی گئی ہے۔ دُور سے دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے، ایک نہایت خوشنما اور خوش اطراف قالین بچھا ہوا ہے!

اس شہر کے حسن و جمال کو زمین کے اُس حصہ کی قدرتی خوبیوں سے بھی بہت مدد ملی ہے جو اس کے لئے منتخب کی گئی ہے۔ یہ سطح سمندر سے دو ہزار فٹ بلند ہے، جو ہندوستان کے اکثر پہاڑی سطح ہائے مسطح کی بلندی ہے۔ اور اس لئے آب و ہوا کافی خنک اور خوشگوار ہے۔ قطعۂ زمین کا پورا رقبہ تقریباً ایک ہزار مربع میل ہوگا۔ اسکے چاروں طرف درختوں سے بھرے ہوئے پہاڑی سلسلے واقع ہیں۔ اور انھوں نے اس سطح مسطح کو نیو ساؤتھ ویلز کے صوبے سے الگ کردیا ہے۔

یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ اس نئے شہر کا نقشہ جس امریکن ماہرِ فن ہندسہ نے طیار کیا ہے، اُسی سے ترکی حکومت نے بھی اپنے نئے دارالحکومت کا نقشہ طیار کرایا ہے جو انگورہ میں زیر تعمیر ہے۔ اس ماہرِ فن کا نام ڈبلیو بارلے گریفن ہے، اور اسوقت فن ہندسۂ تعمیر میں بہترین شخص تسلیم کیا جاتا ہے

اس دارالحکومت کے لئے پارلیمنٹ کی جو عمارت تعمیر کی گئی ہے، وہ عارضی ہے۔ مستقل اور اصلی عمارت بہ تدریج سو برس کے اندر تعمیر ہوگی۔ سو برس کی مدت پر ہمارے قارئین کو تعجب ہوگا، لیکن اُنھیں خیال کرنا چاہیے کہ کسی قوم کے قومی کاموں کی عمر میں ایک صدی کا زمانہ اس سے زیادہ نہیں ہوتا جس قدر فرد کی عمر کے لئے ایک دن!

پچھلی ڈاک کے نیویارک ٹائمز نے بھی اس دارالحکومت کے حالات پر ایک مقالہ شائع کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے "پارلیمنٹ کی اصلی عمارت سو برس کے اندر مکمل ہوگی۔ ایک نہایت مختصر وقت جو کسی قوم کی زندگی کا ہوسکتا ہے! اس مدت کے اندر آسٹریلین قوم یقیناً ترقی کے اس درجہ تک پہنچ جائے گی، جب ضرورت اور خرچ میں کوئی سمجھوتا نہیں ہوسکتا!"

امریکن اخبارات نے اسپر جو رائے زنی کی ہے، اُس میں رشک کی جھلک صاف نمایاں ہے۔ سائنٹفک امریکن کا مقالہ نگار لکھتا ہے کہ "کینبرا کا نقشہ اُن تمام غلطیوں سے محفوظ ہے جو واشنگٹن کی آبادی کی ترتیب میں ہوچکی ہیں۔ آسٹریلیا کو امریکہ کے مقابلہ میں یہ فوقیت حاصل ہوگئی کہ وہ، امریکی آبادی سے کئی نسل پیچھے وجود میں آیا اور اُن تمام تجربوں سے فائدہ اُٹھا سکا جو امریکہ کی آبادی سے حاصل ہوچکے ہیں۔ واشنگٹن نہ تو یکساں ہے، نہ مرتب، اور نہ مناسب قطعات میں منقسم۔ لیکن کینبرا شہری آبادی کا ایک ایسا کامل جمال ہوگا جس میں تناسب کے خلاف کوئی بات نہ ہوگی"

پچھلے دنوں اس شہر کا سرکاری افتتاح ہوچکا ہے، لیکن ابھی عام آبادی شروع نہیں ہوئی ہے۔ صرف عارضی سرکاری مکانات آباد ہوئے ہیں۔

لیکن جس وقت ہم انسان کی مادی سعی و جستجو کی یہ داستان شوکت و سطوت پڑھ رہے تھے، تو بے اختیار ہمارا خیال ایک دوسرے گوشۂ فکر کی طرف منتقل ہوگیا۔ افسوس انسانیت کی محرومی پر! زمین کی صورت جس قدر حسین ہوتی جاتی ہے، اُتنی ہی اُسکی روح و معنویت آرائش جمال سے محروم ہوتی جاتی ہے۔ اینٹ، پتھر، اور سبزہ و درخت کی صورت آرائیوں سے اُس کے خال و خط دلفریب بنجا سکتے ہیں لیکن اُسکے جمالِ روح کے لئے آرائش بہم نہیں ہوسکتی۔ اُس کی روح اور معنویت کیا ہے؟ مجمع انسانی کا حقیقی امن و سکون۔ اُسکی معنوی سعادت و مسرت۔ اُس کے دل کی راحت، اور روح کا قرار اور چین۔ کیا اس کے لئے بھی دُنیا اور دُنیا کی قوموں کے پاس کوئی سعی و اہتمام ہے؟ کیا اسکے لئے بھی کسی ماہرِ فن کا دماغ اور کسی نقاش کا قلم و پرکار ہے؟ دُنیا کی قومیں باہمدگر رشک و حسد سے مضطرب ہورہی ہیں۔ ہر قوم اینٹ پتھر کی سربلندی اور لکڑی اور لوہے کی سرفرازی میں دوسرے کو پیچھے ہٹانا اور خود آگے بڑھنا چاہتی ہے۔ لیکن روح و دل کی رفعت و سعادت کے لئے نہ تو کسی کے دل میں رشک ہے، نہ کسی کے دماغ میں طلب۔ آسٹریلیا نے نئے کینبرے کا اور ترکی نے نئے انگورہ کا نقشہ بنالیا۔ لیکن افسوس، کوئی نہیں جو انسانی سعادت کی ایک نئی بستی کا اور روح و دل کے سکون و قرار کے ایک نئے دارالحکومت کا نقشہ بنائے! قرآن حکیم نے مادی زندگی کے استعمال و تصرف پر نہیں مگر اُس کے اسی استغراق و پرستش پر بار بار ملامت کی ہے کہ: یَعلمون ظاھراً من الحیٰوۃ الدنیا وھم عن الاٰخرۃ ھم غافلون! (۳۰: ٦)

(بقیہ مضمون صفحہ ۱٦)

کام لینے اور اُنھیں متاثر کرنے کا سب سے بہتر اور کامیاب طریقہ یہی ہے کہ جماعتی ذہنیت کو متاثر کیا جائے جس کے بعد سرکش سے سرکش افراد بھی متاثر و مغلوب ہوجائیں گے۔ جماعتی ذہنیت کے متاثر کرنے کے طریقوں اور ذریعوں ہی کا نام "پروپاگنڈا" ہے۔

کس قدر حیرت انگیز بات ہے کہ افراد، جو عموماً محب ذات اور خود غرض ہوتے ہیں، ہولناک جنگوں میں ہتیلیوں پر سر رکھے گھس جاتے ہیں اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ جنگ سے اُن کی ذات کو ذرا بھی فائدہ نہیں پہنچے گا، اپنے تئیں موت کے منہ میں ڈال دیتے ہیں؟

اس کی وجہ کیا ہے؟ وجہ یہی ہے کہ پروپاگنڈے نے اُنکی انفرادی عقل پر پردہ ڈال دیا ہے اور ایک ایسی جماعتی ذہنیت پیدا کردی ہے جس کے دھارے پر پڑکر جوق در جوق جنگ کی طرف دَوڑے چلے جارہے ہیں اسی جماعتی ذہنیت کا نام "عام رائے" ہے۔ اسی عام رائے کے طیار کرنے کی کوشش کو "پروپاگنڈا" کہتے ہیں۔

اس بیان سے واضح ہوگیا کہ کسی تحریک کے کامیاب بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اُس کے موافق جماعتی ذہنیت پیدا کی جائے تاکہ افراد اس ذہنیت سے متاثر ہوکر اُس کے حامی اور طرفدار بنجائیں جماعتی ذہنیت یا عام رائے بنانے کا ذریعہ تقریر، تحریر، اخبارات، رسائل انجمنیں غرضکہ بہت سے طریقے ہیں۔ ان تمام طریقوں کو "پروپگنڈا" کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ موجودہ زمانہ میں ہر تحریک کی کامیابی کے لئے سب سے زیادہ کارگر ذریعہ "پروپاگنڈا" ہی ہے۔

مطبوعاتِ جدیدہ

غدر ۱۸۵۷ء

اور "تصویر کا دوسرا رُخ"

حال میں ایک کتاب انگریزی میں شائع ہوئی ہے جس کا نام

The other side of medal

ہے۔ یعنی "تصویر کا دوسرا رُخ"! اس کا مصنف ایک مشہور اہلِ قلم ایڈورڈ طامسن ہے۔ اُسنے یہ کتاب اس لئے لکھی ہے کہ "غدر ۱۸۵۷ء کے اثنا میں برطانی حکام نے جو انتقامی تدابیر اختیار کی تھیں یا حکومت کے رُعب ہیبت کے مظاہرے کے لئے جو خونریزیاں جائز رکھی گئی تھیں، اُن کے واقعات مستند تاریخی مصادر سے اخذ کرکے یکجا کر دئے جائیں، اور اس ہندوستانی غدر کی ہولناک تصویر کا دوسرا رُخ بھی دُنیا کے سامنے آجائے۔

غدر ۱۸۵۷ء کی تصویر کا ایک رُخ تو وہ تھا جو باغی فوج کے قتل و غارت اور لُوٹ مار کی صورت میں دُنیا دیکھ چکی ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ وحشیانہ طرزِ عمل دہلی، لکھنؤ، اور کانپور میں بے گناہ انگریز عورتوں اور بچوں کا قتل تھا۔ قلعۂ دہلی میں ۵۲ انگریز مقید تھے۔ باوجود بہادر شاہ مرحوم کی پیہم مخالفانہ کوششوں کے باغی فوج نے اُنھیں قتل کر ڈالا۔ غالبًا، سے لے کر ۱۱ تک (کیونکہ روایات مختلف ہیں) اُن میں عورتیں بھی تھیں۔ لکھنؤ میں بھی غدر کے بعد ۲۰ انگریز قیدی تلنگوں کے ہاتھوں قتل ہوئے جن میں ایک تہائی تعداد عورتوں کی تھی۔ کانپور میں جاں بخشی کا عہد کرنے کے بعد جو حملہ انگریزوں کی کشتیوں پر کیا گیا جن میں عورتیں اور بچے بھی تھے، وہ نانا راؤ کے حکم سے ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، لیکن یقینًا حد درجہ کا وحشیانہ فعل تھا۔

مختلف مقامات میں غیر مسلح اور بے پناہ انگریزوں پر اُنکے فوجی نوکروں نے جو حملے کئے اور عورتیں تک قتل کر ڈالی گئیں، بلاشبہ اخلاق و انسانیت اُنکے لئے کوئی معذرت قبول نہیں کریگی۔

یہ ۱۸۵۷ء کی تصویر کا ایک رُخ ہے، اور ایک سو سے زیادہ انگریز اہلِ قلم اُس کی وحشت و ہولناکی کے خال و خط نمایاں کر چکے ہیں!

لیکن تصویر کے دوسرے رُخ کی شہادت کیا ہے؟ وہ اخلاق و انسانیت کا مُرقع ہے، یا وحشت و ہولناکی کا؟ پہلے رُخ سے کم ہولناک ہے یا زیادہ؟ دُنیا کی اُن حکمران اور قابو یافتہ قوموں میں جنھیں انتقام و غضب کے موقعہ پر اپنی اخلاقی سیرۃ (کیرکٹر) کے مظاہرہ کا موقعہ ملا ہے، انگریزی قوم کس جگہ کی مستحق ہے؟ اُسنے خود ہندوستانیوں کی مدد سے فتحیاب ہوکر ہندوستان کے سب سے بڑے شہروں میں جو قتلِ عام کیا، اور جس طرح غیر مسلح، غیر محارب، اور یکقلم بے گناہ آبادی تہ و بالا کر دیگئی، تاریخ کو اسکے لئے کیا فیصلہ کرنا چاہئے؟ یہ سوالات ہیں جو غدر ۱۸۵۷ء کی تاریخ سے قدرتی طور پر پیدا ہوتے ہیں اور یہ واقعہ ہے کہ اسوقت تک مورخانہ نظر و تحقیق کی روشنی اس گوشہ پر نہیں پڑ سکی۔ اس نئی کتاب میں مسٹر طامسن نے سوالات پر روشنی ڈالی ہے، اور کوشش کی ہے کہ مستند اور بے لاگ تاریخی مصادر سے واقعات جمع کر دئے جائیں۔ مصنف کیلئے مشکل تھا کہ وہ اپنے مقصد میں پوری کامیابی حاصل کرتا۔ اُسکے پاس حکومتِ ہند کے سرکاری افسروں اور انگلستان کے بعض نیم سرکاری مباحث کے سوا اور کوئی ذریعۂ علم نہ تھا، اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں ذرائع اس بارے میں غیر طرفدار نہیں قرار دئے جاسکتے۔ تاہم تاریخی شہادات کا جسقدر ذخیرہ بھی جمع ہوگیا ہے، اُس سے بحیثیتِ مجموعی "تصویر کا دوسرا رُخ" نمایاں ہوجاتا ہے۔

اب ہندوستان اُس منزل سے گزر چکا ہے جب اس قسم کے واقعات محض سیاسی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کی اصلی حیثیت سیاسی نہیں بلکہ تاریخی ہے۔ غدر ۱۸۵۷ء جیسا عظیم واقعہ جسنے ہندوستان کے نئے دورِ حیات کے ہر گوشے پر اثر ڈالا، ضروری ہے کہ تاریخ کے سامنے پیش کیا جائے، اور اُسے چھوڑ دیا جائے کہ اپنا فیصلہ ثبت کردے۔

ذیل میں ہم اس کتاب کے بعض ضروری حصوں کا ترجمہ درج کرتے ہیں۔ یہ ترجمہ مولوی محمد علی صاحب وکیل ایبٹ آباد نے کیا ہے۔ ان کا ارادہ ہے کہ پُوری کتاب کا ترجمہ اُردو میں مرتب کردیں۔ اُمید ہے یہ ترجمہ پُوری دلچسپی کے ساتھ پڑھا جائیگا۔

آکسفورڈ میں یہ خیال عام طور پر مشہور ہے کہ اگر کوئی شخص ہندوستان کے متعلق کسی معمولی درجہ کے ایوان میں بھی لیکچر دے، تو تمام سامعین یک لخت ایوان خالی کردیں گے۔ ایک زمانہ تھا جب انگریز علماء ہندوستانی علوم و فنون میں دلچسپی لیا کرتے تھے۔ لیکن اب یہ حال ہے کہ ہندوستانی مسائل پر کوئی متوجہ نہیں ہوتا۔ اس تبدیلی کا سبب یہ ہے کہ ہمیں یقین ہوگیا ہے، ہندوستانی ہماری حکومت سے تنگ آگئے ہیں۔ انھوں نے ہمارے حُسنِ انتظام کی قدر نہیں کی۔ ہم اگر اَب بھی قربانی کرسکیں تو ہندوستان کو بزورِ شمشیر قابو میں رکھ سکتے ہیں۔

لیکن جو شور و غل جلیانوالہ باغ کے قتلِ عام پر ہوا تھا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہم اپنے آباء اجداد سے کہیں زیادہ رحمدل واقع ہوئے ہیں۔ کیونکہ ہم ہندوستان میں دوسرا غدر پیدا کرنا نہیں چاہتے۔

اب ہمارے لائق اور ہونہار نوجوان ہندوستانی ملازمتوں سے گریز کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ معمولی قابلیت کے آدمی ہندوستان جارہے ہیں۔

ہندوستان کے متعلق غلط اور بے بنیاد پروپیگنڈا یورپ میں پھیلایا جارہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اُس کے باشندے محض وحشی اور صحرائی ہیں! ہندوستانی مورخ نہیں ہیں۔ انہیں واقعات کو سلسلہ وار ترتیب دینا نہیں آتا۔ وہ تحقیق کے نئے طریقوں سے ناآشنا ہیں یہی وجہ ہے کہ آجتک غدر ۱۸۵۷ء کے متعلق ہندوستان میں کوئی تاریخ صحیح شائع نہیں ہوئی۔ حالانکہ دوسری طرف انگریزوں نے اس واقعہ پر سیکڑوں کتابیں لکھ کر مشتہر کیں۔ یہ واقعہ ہے کہ انھوں نے تصویر کا صرف ایک رُخ دکھایا ہے۔

غدر کے اسباب

عام طور پر غدر کے ۲ سبب بیان کئے جاتے ہیں۔ اولاً یہ کہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان کے تمام صوبے یکے بعد دیگرے اپنی حکومت میں ملالئے تھے۔ اسواسطے ہندوستانیوں کے دلوں میں کمپنی کے متعلق بہت شکوک پیدا ہوگئے۔ دوسرا سبب وہی چربی والے کارتوسوں کا قصہ ہے۔

اینسن (ansen) جو ان دنوں کمانڈر انچیف تھا لکھتا ہے کہ "میں نے مشکوک کارتوس دیکھے ہیں۔ میں یقین کرتا ہوں کہ سپاہیوں کے عذرات حق بجانب ہیں۔ مجھے یہ ہرگز خیال نہ تھا۔ کہ ان کارتوسوں کے استعمال میں گائے اور سؤر کی چربی لگائی جائے گی۔ میرے خیال میں ہندوستانی سپاہیوں کے جذبات کی مطلق پرواہ نہیں کی گئی"۔

یہ کارتوس جو انہیں دنوں میں رائج کئے گئے تھے، سؤر اور گائے کی چربی سے آلودہ ہوتے تھے۔ اور پیشتر اس کے کہ اُنھیں بندوق میں ڈالا جائے، دانتوں سے کاٹنا پڑتا تھا۔ اس کارتوس کے چند حصے اسقدر سخت ہوتے تھے کہ بغیر دانت کے استعمال کئے چلائے نہیں جاسکتے تھے۔ ہندو مذہب میں گائے کا احترام کیا جاتا ہے، جب اُنھیں یہ کارتوس استعمال کرنا پڑے تو سخت رنج ہوا۔ یہی حال مسلمان سپاہیوں کا بھی تھا۔ چنانچہ تمام فوج میں ایک کھلبلی مچ گئی۔ رسالہ نمبر ۳ مقیم میرٹھ کے ۸۵ سپاہیوں نے ایسے کارتوسوں کے استعمال کرنے سے انکار کردیا۔ ان کا کورٹ مارشل کیا گیا۔ اور دس دس سال کی سزا دی گئی۔ جس طریقے سے یہ حکم سُنایا گیا تھا وہ تہذیب سے گرا ہوا تھا۔ مصنف موصوف نے اس خوفناک منظر کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

"۸۵ سپاہیوں کو گارد کی حراست میں فوجی عدالت کے روبرو پیش کیا گیا اور یہ سخت حکم سنایا گیا۔ اُن کی فوجی وردی اُنکے جسم سے اُتار دی گئی پھر اُسی وقت بیڑیاں پہنائی گئیں۔ یہ نہایت دردناک نظارہ تھا۔ اُن کے ساتھیوں کو اُن کی حالتِ زار پر ترس آرہا تھا۔ ان قیدیوں میں بہت سے ایسے سپاہی بھی تھے جنھوں نے انگریزوں کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں کی تھیں۔ اور مختلف لڑائیوں میں عدیم المثال بہادری دکھائی تھی۔ تمام قیدیوں نے باوازِ بلند جرنیل کی منت و سماجت کی کہ اس بے عزتی سے بچایا جاوے۔ لیکن کسی نے پروا نہ کی۔ جب وہ مایوس ہوگئے تو انھوں نے اپنے ساتھیوں کو للکار کر کہا تمھیں شرم نہیں آتی کہ ہم اس مصیبت میں گرفتار ہیں اور تم خاموشی سے تماشہ دیکھ رہے ہو؟ اس دردناک اپیل سے حاضرین کے دل پر گہرا اثر پڑا۔ ممکن تھا کہ وہ کچھ کرگذرتے۔ لیکن توپوں اور بندوقوں کی موجودگی میں وہ کیا کرسکتے تھے؟ ناچار اُنھیں صبر کرنا پڑا۔ لیکن اس واقعہ سے ہر ایک ہندوستانی انگریزوں کے خلاف ہوگیا۔ وہ لوگ جو ان کی خاطر اپنی جانیں لڑاتے تھے، یکلخت اُنکے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔

لارڈ کیننگ گورنر جنرل نے اس واقعہ کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے "یہ ایک ایسا احمقانہ حکم تھا جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ بغاوت کا آغاز اسی حکم سے شروع ہوتا ہے"

دوسرے دن (یعنی ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء) ایک رسالہ اور ۲ پیادہ فوجوں نے جیلخانے کے دروازے زبردستی کھولکر اپنے ساتھیوں کو آزاد کردیا۔ پھر انگریز افسروں کے گھر جلادئے۔ جہاں کہیں کوئی فرنگی ملا قتل کردیا گیا، اور اس کے بعد سب کے سب دہلی روانہ ہوگئے۔ جب باغی پلٹنیں دہلی پہنچیں۔ تو وہاں بھی انھوں نے انگریزوں کے قتل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ جب ایک محکوم قوم اپنے حاکموں سے جنگ و جدل پر آمادہ ہوجاتی ہے تو دونوں طرف سے

وحشیانہ حرکات ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ ایک دوسرے سے ظالمانہ سلوک روا رکھا جاتا ہو، حتیٰ کہ طاقتور جماعت محض اپنے زور سے دوسری جماعت کو کچل دیتی ہو۔ فرینک ٹرنٹ نے تاریخ انگلستان میں لکھا ہو" یہ لڑائی دو وحشی قوموں میں ہو رہی تھی۔ انھوں نے رحم و انصاف بالائے طاق رکھ دیا تھا۔ اگر انھیں کوئی خیال تھا تو صرف یہ تھا کہ کسی طرح انکے دشمن تباہ ہو جائیں۔ دونوں طرف سے سخت مظالم کئے گئے جن پر پردہ ڈالنا ہی مناسب ہو" انگریزی تاریخ نے اپنی حرکات پر تو واقعی پردہ ڈال دیا ہو، لیکن ہندوستانیوں کے مظالم کا بہت بُری طرح سے خاکہ کھینچا گیا۔ سیکڑوں فرضی قصے تاریخ میں درج کئے گئے تاکہ انگریزوں کو انکے پڑھنے سے جوش پیدا ہو۔ آج ہم اس تصویر کا دوسرا رُخ بتاتے ہیں جو تقریبًا ۷۰ سال سے لوگوں کی نظروں سے عمدًا چھپا دیا گیا ہو۔

پشاور کا واقعہ

۱۵ر جون ۱۸۵۷ء کو پشاور میں ۱۲۰ سپاہی پکڑے گئے۔ ان میں سے کسی نے بھی اپنے افسروں کو قتل نہیں کیا تھا۔ بہت سے آدمی ایسے تھے جو بغیر کسی مجرمانہ ارادے کے بغاوت میں شامل ہو گئے تھے۔ نکلسن نے ایڈورڈز ڈپٹی کمشنر پشاور کو لکھا تھا کہ میں ۲۰۰ سکھ قیدیوں کی جاں بخشی کی سفارش کرتا ہوں کیونکہ مجھے انکے افسروں نے یقین دلایا ہو کہ ان لوگوں نے بغاوت میں مطلق حصہ نہیں لیا۔ باقی کو توپ کے ذریعہ اُڑا دیا جائے۔ سر لارنس نے جواب دیا کہ چونکہ وہ ہمارے دشمنوں کی طرف سے لڑ رہے تھے۔ اس لئے ان پر رحم نہیں کیا جا سکتا۔ پھر بھی میں تمام آدمیوں کو پھانسی دینا نہیں چاہتا۔ میرا مدعا صرف یہ ہو کہ ایسی عبرتناک سزائیں دی جائیں کہ عوام الناس ڈر جائیں، میری تجویز یہ ہو کہ ان میں سے صرف ایک تہائی کو سزائے موت دی جائے۔ اور تعداد ان سپاہیوں میں سے چنی جائے جو نہایت سرکش اور گستاخ ہوں۔ یا جن کے خلاف انکے افسر شکایت کریں اگر ان صفات کے آدمی اتنے نہ ملیں جن سے مجوزہ تعداد پوری ہو سکے تو پھر بوڑھے سپاہیوں کو شامل کر لینا چاہیے۔ باقی قیدیوں کو مختلف قسم کی سزائیں دی جائیں مگر کسی حالت میں بھی تین سال سے کم نہ ہو۔

لارڈ رابرٹ نے جو ان دنوں لفٹنٹ کے عہدے پر تھا، اپنی والدہ کو ایک خط میں اسی واقعہ کے متعلق لکھا ہو" ہم جہلم سے پشاور تک پیادہ پا آئے۔ راہ میں باغیوں کو قتل کرتے رہے اور فوجوں سے ہتھیار لیتے رہے۔ لوگوں پر سزائے موت کا جو توپ سے واقع ہو، بڑا اثر پڑتا ہو۔ یہ بڑا ہی خوفناک منظر ہو لیکن اس کے بغیر چارہ نہیں۔ ان مظالم کے ذریعہ ہم ان بدمعاش مسلمانوں کو بتلا دینا چاہتے ہیں کہ ہم خدا کی مدد سے ہندوستان پر قابض رہینگے"

پنجاب کے واقعات

ایک توپ میں بہت زیادہ بارود بھری ہوئی تھی۔ جب ایک شخص کو اس کے سامنے لاکر رکھا گیا اور توپ چل گئی، تو اس شخص کے سیکڑوں ٹکڑے ہوا میں اُڑ گئے۔ اس کا سر تماشائیوں میں سے ایک کو جا لگا اور کئی آدمیوں پر خون کے چھینٹے پڑے۔ جنرل نکلسن جسے ہم ایام طفولیت میں دیوتا کی طرح پوجتے تھے، ایڈورڈ کو ایک خط میں لکھتا ہو" ہمیں ایک قانون بنانا چاہیے جس کی رُو سے ہم انگریز عورتوں اور بچوں کے قاتلوں کو زندہ جلا سکیں اور زندہ ہی ان کا چمڑہ اُتار سکیں۔ محض پھانسی دینے سے ہمارا جذبۂ انتقام ٹھنڈا نہیں ہوتا۔ میں چاہتا ہوں دُنیا کے ایک ایسے کونے میں ہوں جہاں قانون کو اپنے ہاتھ میں لے سکوں۔ مشرقی ممالک کا قاعدہ ہو کہ جب تک لوگوں پر گورنمنٹ کا دبدبہ اور خوف طاری نہ ہو جائے تب تک اسکے فوائد کی قدر نہیں کیجاتی" کوپر جو امرتسر کا ڈپٹی کمشنر تھا۔ لکھتا ہو کہ پنجاب کے تمام افسر ظلم کرنے میں ابتدا کرتے تھے تاکہ لوگ ڈر جائیں۔ اور انتقام لینے کی جرأت نہ کر سکیں۔

ٹامسن نے سر ہنری کاٹن کو چند مسلمان قیدیوں کے متعلق مندرجۂ ذیل واقعہ سنایا تھا۔" شام کے وقت ایک سکھ اردلی آیا اور سلام کر کے کہا۔ میرے خیال میں حضور قیدیوں کو دیکھنا چاہتے ہونگے۔ میں فورًا حوالات چلا گیا۔ وہاں جاکر دیکھا کہ قیدی زمین پر بندھے ہوئے پڑے ہیں۔ بالکل برہنہ اور آخری سانس لے رہے ہیں۔ انکے جسم کے ہر ایک حصے پر تانبا گرم کر کے نشان کئے گئے تھے۔ مجھے اُن کی حالت پر رحم آیا اور پستول سے قتل کر دیا تاکہ جاں کندنی کی تکلیف سے بچ جائیں" جب کاٹن نے یہ درد انگیز واقعہ سنا تو ان سے پوچھا پھر تم نے انکے ساتھ کیا سلوک کیا۔ جنھوں نے یہ وحشیانہ حرکت کی تھی؟ ٹامسن نے جواب دیا۔ میں نے کچھ نہیں کیا!

وحشیانہ قتل و نہب

غدر کے دنوں میں ہر ہندوستانی سپاہی کے خلاف الزام تھا کہ اسنے انگریز بچوں اور عورتوں کے قتل میں مدد دی ہو۔ خواہ وہ کسی جگہ پر ہو اور کتنا ہی بے علاقہ ہو، اگر کوئی انگریز دہلی میں قتل کیا گیا ہو، تو لاہور اور پشاور کے ہندوستانی سپاہی بھی قابل گرفت تھی،

ایک چشم دید گواہ لفٹنٹ مجنڈی بیان کرتا ہو" ایک دفعہ سکھ اور انگریز ایک زخمی قیدی کو سنگینوں سے مار رہے تھے۔ لیکن کوئی ضرب مہلک ثابت نہ ہوئی۔ اسواسطے دو تین لکڑیاں جمع کر کے آگ جلائی گئی، اور اُسے اس آگ میں پھینکا گیا۔ سکھ اور انگریز یہ خوفناک منظر بڑے مزے لے لے کر دیکھ رہے تھے"۔ رسل نے بھی جو ٹائمز لندن کا نامہ نگار تھا۔ اس واقعہ کی تصدیق کی ہو۔ بلکہ وہ کہتا ہو" میں نے اس قیدی کی جلی ہوئی ہڈیاں بھی اس جگہ دیکھی تھیں"

سب سے پہلے اسی رسل نے ان وحشیانہ حرکات اور مظالم پر صدائے احتجاج بلند کی۔ چنانچہ وہ اپنی ڈائری میں لکھتا ہو" یہ انتقامانہ سزائیں مثلاً مسلمانوں کو سؤر کے چمڑے میں ڈال کر سی دینا اور قتل کرنے سے پہلے انکے مُنہ میں سؤر کی چربی ڈالنا، اور ہندوؤں سے انکے خلاف مذہب حرکات کرانا، انسانیت کے خلاف اور تہذیب سے گری ہوئی حرکتیں ہیں۔ ان سزاؤں سے بڑے خوفناک نتائج پیدا ہونگے جو ہمارے واسطے مہلک ثابت ہونگے"

جب ان مظالم کی حد ہو گئی تو گورنر جنرل نے ۳۱ر جولائی ۱۸۵۷ء کو ایک مفصل حکم جاری کیا جس کی رُو سے دیہات کا جلانا اور نہتے آدمیوں کو بغیر کسی ثبوت کے سزا دینا ممنوع قرار دیا گیا تھا۔ ان افسروں سے سزائے موت کے اختیارات بھی چھین لئے گئے جنھوں نے اندھا دھند یہ اختیارات برتے تھے، ۲۸ر اگست کو جان گرانٹ صوبجات وسطی میں گورنر بناکر بھیجا گیا تاکہ الہ آباد اور دیگر مقامات میں بیشمار آدمیوں کی پھانسی کی سزا ملتوی کر دے۔ انگریزوں نے کیننگ اور گرانٹ کے خلاف بہت شور مچایا کیونکہ انھوں نے بہت سے آدمیوں کو پھانسی سے بچایا تھا۔

ایک دفعہ اگست کے دنوں میں ایک انگریزی فوج دیہات جلاکر واپس آ رہی تھی۔ راہ میں چند وفادار سپاہی مل گئے۔ مگر انھیں بھی سنگینوں سے مار دیا گیا۔

یہ مسلمہ امر ہے، کہ بہت سے سپاہی محض خوف کی وجہ سے بھاگ گئے اور پھر بغاوت پر مجبور ہو گئے۔ اگر ہم نے ابتدا میں مظالم نہ کئے ہوتے تو فساد دور تک نہ پھیلتا اور لوگ رحم و انصاف سے مایوس ہو کر باغی نہ ہو جاتے۔

ایک پادری کی بیوہ بڑے فخر سے لکھتی ہو" اُسنے بہت سے قیدیوں کو گرجا صاف کرنے پر مامور کیا لیکن چونکہ یہ کام اُنکے مذہب کے خلاف تھا اس لئے سنگینوں کی نوک سے کرانا پڑتا تھا۔ بعض قیدیوں نے بڑی جلدی سے کام کرنا شروع کر دیا۔ کیونکہ انھیں خیال تھا۔ کہ وہ اس طرح پھانسی سے بچ جائیں گے۔ لیکن اُن کی یہ غلط فہمی فورًا دور ہو گئی۔ کیونکہ بالآخر سب کو پھانسی دی گئی"!

مجنڈی ایک جگہ لکھتا ہو" میں نے وہ رات مسجد (یعنی جامع مسجد دہلی) کی ناکہ بندی میں گزاری اور رات کا بہت سا حصہ اُن قیدیوں کے قتل کرنے میں خرچ کیا۔ جو دن کے وقت پکڑے گئے تھے۔ بہت سے آدمیوں نے مرتے وقت ایسی شجاعت اور متانت دکھائی کہ ہم بھی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے"

ایک انگریزی افسر جو دہلی کے محاصرہ میں موجود تھا، لکھتا ہو" دشمن نے صلح کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ انگریز صلح کے خواہشمند نہیں ہیں۔ وہ تو قتل عام سے خوش ہوتے ہیں"

جب میجر رینالڈ کانپور کے لئے کوچ رہا تھا، تو جنرل نیل نے اس کو مفصلہ ذیل ہدایات بھیجیں جو قابل غور ہیں"۔ ان دیہات کو جنھوں نے بغاوت میں حصہ لیا ہو، تباہ کر دیا جائے۔ جن محلوں میں پٹھان بود و باش رکھتے ہیں، انھیں مسمار کر دیا جائے اور باشندے قتل کر دیئے جائیں۔ باغی پلٹنوں کے تمام سپاہیوں کو پھانسی دیدی جائے چونکہ فتحپور نے بغاوت کی ہو: اس لئے اس پر بھی حملہ کیا جائے اور تباہ کر دیا جائے۔ اگر ڈپٹی کلکٹر گرفتار ہو جائے تو اسے پھانسی دے دی جائے اور اس کا سر شہر کی کسی بلند عمارت پر لٹکا یا جائے"

بیگم اودھ نے ۱۸۵۸ء کے ایک اعلان میں یہ فقرہ لکھا تھا کہ کبھی نے خواب میں بھی نہیں دیکھا کہ انگریز کوئی جرم معاف کر سکتے ہیں"۔

۵۰ ہزار جانوں کا قتل

آخر کار کیننگ اور جان لارنس نے بھی اس قتل عام کے روکنے کی کوشش کی۔ ڈزرائیلی (یعنی لارڈ بیکنس فیلڈ) نے تو ابتدا ہی سے اس کے خلاف آواز اُٹھائی تھی۔ جب انگریزوں کا غضب جوش پر تھا تو اسنے ایک تقریر کے دوران میں کہا تھا" مجھے یقین ہو کہ ہماری فوجیں ہندوستان کے لوگوں سے خوفناک انتقام لیں گی۔ لیکن میں ان انگریز حاکموں کے اس طرز عمل سے بالکل متفق نہیں جن کے ہاتھ میں ہندوستان کی باگ ہو۔ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ ہم غیر ممالک میں بجائے انصاف کے انتقام کے زور سے حکومت کریں۔ میں ظلم کے بدلے میں ظلم نہیں کرنا چاہتا"

لارڈ کیننگ نے ملکہ معظمہ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا تھا:" لوگ انتقام پر تُلے ہوئے ہیں' اور وہ لوگ بھی جنھیں اپنے ماتحتوں کے روبرو بہتر مثال قائم کرنی چاہیے تھی، اس جوش سے خالی نہیں۔ میں جب اپنے لوگوں کی حرکات دیکھتا ہوں تو شرم کے مارے پسینہ پسینہ ہو جاتا ہوں۔ میں حیران ہوں کہ ان لوگوں نے کس طرح پچاس ہزار آدمی قتل کر دیئے" ملکہ وکٹوریہ نے اس خط کا جواب یہ دیا تھا" لارڈ کیننگ کو یقین کرنا چاہیے کہ میں بھی انگریزوں کی ان وحشیانہ حرکات پر سخت نادم ہوں اور خاصکر انگلستان کی پبلک پر جسنے برطانوی فوجوں کی کارگزاری بنظر تحسین دیکھی ہو"

چونکہ لارڈ کیننگ نرم دل اور کمزور تھا اس لئے وہ وقت پر انگریزوں کا جوش ٹھنڈا نہ کر سکا۔ اس کے ماتحت اس کے اختیار سے باہر تھے۔

قتل و نہب کی مطلق العنانی

سر جارج کیمبل اپنی سوانح عمری میں لکھتا ہو" میں نے مارشل لا کے متعلق بہت دفعہ سنا ہو لیکن میں ابھی تک اس کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکا۔ ہندوستان میں ان دنوں اس کا جو مطلب سمجھا گیا تھا، وہ یہ تھا کہ ہر ایک فوجی کو کھلی اجازت تھی وہ جسے چاہے قتل کرے یا جسے

جو کچھ چاہے چھین لے۔ کوئی روک ٹوک نہ ہوگی"

لارڈ کیننگ کی گورنمنٹ نے ۷ر جون کو بعض صوبجات میں مارشل لا نافذ کیا تھا۔ گورنمنٹ کو چاہیے تھا کہ اس قانون کے استعمال کی سختی سے نگرانی کرے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ گورنمنٹ نے اس معاملہ میں سخت کمزوری دکھائی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ماتحت افسر بلا روک ٹوک مظالم برپا کرتے رہے۔ اور بغیر کسی تفتیش کے قتل عام جاری رہا۔

مسٹر رسل ٹائمز کا نامہ نگار ایک جگہ لکھتا ہے "اس غدر میں صرف سپاہیوں نے بغاوت کی تھی۔ اس لئے مناسب یہی تھا کہ صرف وہی لوگ قتل کئے جاتے جنھوں نے اسمیں حصہ لیا تھا، لیکن اُن دیہاتیوں کو قتل کرنا جن کی ان فوجوں سے محض ہمدردی تھی، ایک نہایت بزدلانہ فعل تھا۔ اگر کوئی باغی فوج کسی شہر میں مقیم ہوگئی تھی تو اسکے باشندوں کو محض اس بنا پر قتل کرنا، کہ کیوں انکے شہر میں باغیوں نے ڈیرا ڈالا؟ کتنا وحشیانہ فعل ہے؟ یہ مسلم ہے کہ شہر کے باشندوں نے عام طور پر انگریزوں کے بچانے میں مدد دی تھی۔ لیکن پھر بھی انگریزی فوجوں نے اِن کی قدر نہ کی، اگر انگریز صرف باغیوں کو قتل کرتے تو پھر وہ حق بجانب ہوتے۔ لیکن بے شمار بے گناہ لوگوں کو محض اسوجہ سے قتل کیا گیا، کہ وہ ہندوستانی تھے" (باقی آئندہ)

ادبیات

سعد پاشا زغلول کے اقوال

مرحوم احمد سعد پاشا زغلول کو مصر میں جو رسوخ و عظمت حاصل ہوئی اُس میں اُن کی دوسری قابلیتوں کے علاوہ اُن کی قوت خطابت اور بلاغت تحریر کو بھی بڑا دخل تھا۔ ذیل میں اُن کے بعض اقوال کا ترجمہ دیا جاتا ہے جو ضرب الامثال کی طرح مشہور ہوگئے ہیں:

کامل آزادی

مصر، کامل آزادی کا مطالبہ کرتا ہے، کیونکہ آزادی، قوموں کا پیدائشی حق ہے۔

نا اُمیدی

اسوقت ہماری حالت کیسی ہی ابتر ہو، مگر ہماری قوم جیسی کوئی بڑی قوم، کبھی اپنی قسمت کی طرف سے نا امید نہیں ہوسکتی!

حاکم و محکوم کی مصلحت

حاکم قوم کی مصلحت ہمیشہ اُس کی محکوم قوم کی مصلحت سے متضاد ہوا کرتی ہے۔

عہدے کی خواہش

اپنے آزاد وطن میں ایک حقیر فرد رعایا بن کر رہنا مجھے اس سے کہیں زیادہ پسند ہے کہ اجنبی حکومت کے ماتحت بڑے سے بڑے عہدے پر مقرر ہوں۔

مادی قوت

مادی قوت، قوم کے ارادے پر کبھی غالب نہیں آسکتی۔

صحیح تحریک

ہر صحیح تحریک ضرور کامیاب ہوتی ہے۔

زمانے کے انقلابات

زمانے کے انقلابات دوست کو دشمن اور دشمن کو دوست بنا دیتے ہیں۔

سیاسی اتفاق

مصر اور انگلستان کے درمیان اتفاق کے معنی صرف ایک ہیں۔ یعنی مصر کی کامل آزادی۔

انتہا پسندی

آزادی کے طلبگار، انتہا پسند نہیں ہوتے اس لئے کہ یہ تو ایک ابتدائی چیز ہے۔ غلامی پسند کرنے والے البتہ انتہا پسند ہیں، کیونکہ غلامی ذلت نفس کی انتہا ہے!

قومی روح

قوم کی روح نہ جنگی قوانین سے مغلوب ہوسکتی ہے، نہ ظلم سے، نہ دُنیا کی بڑی سے بڑی سلطنت کی قوت سے۔

اصول نہ کہ اشخاص

اگر سعد، قومی اصول سے ہٹ جائے تو اسے گرا دو!

نکتہ چینی

میں اپنی ذات پر نکتہ چینی سنکر خوش ہوتا ہوں، اگرچہ وہ جھوٹی ہی ہو۔

اَبنائے وطن کو نصیحت

اَبنائے وطن! تم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ میری نگرانی کرے، اگر سعد ذمہ دار نہیں ہے، وطن کا ہر فرزند ذمہ دار ہے۔

قومیت

یہ دیکھ کر میری مسرت بے حساب ہوجاتی ہے کہ مصر میں صرف ایک ہی فرقہ موجود ہے، اور وہ مصری قوم ہے۔

قومی زندگی

یہ بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ یہ جماعتوں کا سوال نہیں ہے۔ یہ قومی زندگی کا مسئلہ ہے!

میٹھے بول

انگریز، گفتگو میں بڑے ماہر ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ میٹھے بول ہمیں مسخر کر لیتے ہیں!

ہمارا مطالبہ

ہمارا مطالبہ کچھ بہت لمبا چوڑا نہیں ہے۔ ہمارا مطالبہ صرف ایک لفظ ہے "آزادی!"

سعد کی زندگی

سعد، مرکر بھی ہمیشہ زندہ رہے گا۔ کیونکہ ہر مصری، سعد ہے، بلکہ سعد سے بھی زیادہ!

مصری قوم

آج مصری قوم وہ نہیں ہے جو کل تھی۔ آج مسلم اور غیر مسلم الگ الگ نہیں ہیں۔ سب ایک قوم ہیں اور صرف ایک خواہش رکھتے ہیں۔ یعنی آزادی! اور وطن!

عداوت

میں دعوے سے کہتا ہوں کہ میرے دل میں کسی آدمی کی بھی عداوت پوشیدہ نہیں ہے۔ کیونکہ عداوت، کمزوروں کا اخلاق ہے۔

قومی عزت

میں کہہ چکا ہوں، کہتا ہوں، کہتا رہوں گا کہ جو عزت میری قوم نے مجھے دی ہے، وہ میرے لئے قابل فخر ہے۔

میرا دل

میرے دل میں نہ حسد ہے، نہ کینہ ہے۔ میرے دل میں قومی امانت نے کسی چیز کے لئے بھی جگہ خالی نہیں چھوڑی ہے۔

آزادی کا استحقاق

جو قوم اپنے فرزندوں کا خون اس لئے بہتے دیکھتی ہے کہ وہ آزادی چاہتے ہیں اور پھر خاموش رہتی ہے، وہ یقیناً آزادی کا استحقاق نہیں رکھتی!

وزارت

ہم وزارت کے دشمن نہیں ہیں۔ لیکن غیر قومی وزارت دیکھ نہیں سکتے۔

میرا اخلاق

میں چلّانے والا ہوں، سازشی نہیں ہوں۔

میری آرزو

آزادی، میری آرزو ہے۔ جو ہاتھ بھی آزادی لائے، میں سب سے پہلے اُس کا بوسہ لوں گا، اگرچہ وہ میرے جانی دشمن ہی کا ہاتھ کیوں نہ ہو۔

خود اعتمادی

خود اعتمادی، خود اختیاری وصف نہیں ہے، بلکہ پیدائشی صفت ہے، خود اعتماد آدمی اگر یہ وصف دُور بھی کرنا چاہے تو دُور نہیں کر سکے گا۔

میری دشمنی

میں نے اگر کسی سے دشمنی کی ہے تو صرف اپنی قوم کی مصلحت کی وجہ سے۔

رُو رعایت

قومی حقوق میں رُو رعایت دخل نہیں پاسکتی۔

ناکامی

شریر قوت نے جو کچھ جمع کیا ہے، بکھر جائے گا۔ طمع نے جو کچھ جوڑا ہے، ٹوٹ جائے گا۔ جس کی بُنیاد جھوٹ پر ہے، وہ یقیناً گر پڑیگا!

ناکامی کی علت

ناکامی کی اصلی علت، کارکنوں کی باہمی بے اعتمادی ہوتی ہے۔

صبر و برداشت

ہاں ہم پر مصائب بیشمار ہیں۔ لیکن وہی قوم زیادہ عظمت حاصل کرتی ہے جو زیادہ مصائب برداشت کر سکتی ہے۔

برطانیہ کی ضرورت

اگر برطانیہ کو مصر کی ضرورت ہے، تو مصر کو اُس سے کہیں زیادہ اپنی ضرورت ہے۔

قوت

اگر ہم طاقتور ہوتے تو کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہوتی کہ مصر ہمارے قبضہ میں رہنا چاہیے!

منفعت

اگر ملکیت میں منفعت کا اصول تسلیم کر لیا جائے، تو دُنیا تہ و بالا ہو جائے۔ کیونکہ ہر شخص کی منفعت اسی میں ہے کہ ساری دنیا کا مالک بنجائے۔

عمل اور قربانی

کوئی عمل حق ضائع نہیں ہوتا۔ کوئی قربانی رائگاں نہیں جاتی۔

ضرورت اور قوت

کسی زمانہ میں بھی ضرورت، قانون نہ تھی۔ کسی وقت میں بھی قوت حق کا معیار نہ تھی!

ظلم

ہر ظلم اپنے دامن میں مظلوم کے لئے خوشخبری اور ظالم کے لئے سزا چھپائے ہوتا ہے!

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دُنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پُرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پُرانی تصویریں، پُرانے سکے اور نقوش، پُرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پُرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دُنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے

دُنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

باایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

براعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں۔

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔ بہت ممکن ہو کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے۔

یاد رکھئے

موسم گرما کا نایاب تحفہ

صرف ہمدرد دواخانہ سے ملیگا

شربت رُوح افزا ۲۹۳ (رجسٹرڈ)

جو تقریبًا ۲۰ سال کے عرصہ میں اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اسم با مسمّی ہوکر بلا تفریق مذہب عام ہر دلعزیزی و شرف مقبولیت حاصل کرکے نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر تک شہرت حاصل کر چکا ہے اور جس کو چشم بد (حریص) سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام ہندوستان کے واسطے رجسٹرڈ بھی کرا لیا گیا ہے۔

محترم ناظرین! آپ میں جو اصحاب اس کا استعمال کر چکے ہیں اُن سے تو اس کے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپکی مسلسل و پیہم مشتاقانہ خریداری اس کی پسندیدگی و قدردانی کی خود دلیل ہے لیکن ہندوستان جیسے وسیع عالم میں جن لوگوں کو اس کے استعمال کا اب تک اتفاق نہیں ہوا اُن سے اس کی بے شمار خوبیوں میں سے چند عرض کی جاتی ہیں۔

اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس شربت کا استعمال کسی مذہب کے خلاف نہیں۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ ہر تندرست انسان بلا قید عمر و مزاج موسم گرما میں خوش ذائقہ و فرحت بخش چیز کی حیثیت سے استعمال کر سکتا ہے۔

ناظرین! یہ شربت کیا ہے؟ اعلیٰ قسم کے فواکہات مثل انگور، سیب، رنگترہ وغیرہ اور بہت سی اعلیٰ ادویہ کا مرکب ہے جو خاص ترکیب اور جانفشانی سے تیار کیا جاتا ہے۔ مفرح قلب ہے۔ خوش ذائقہ ہے۔ تشنگی اور گھبراہٹ کو دُور کرتا ہے۔ اختلاج قلب، دَورِ سر دوران سر، متلی وغیرہ کی شکایت کو رفع کرتا ہے۔ سوداوی امراض کے واسطے عمومًا اور گرم مزاج والے اصحاب کے واسطے خصوصًا بہت مفید ہے۔

معنوی خوبیوں کے علاوہ جو استعمال سے تعلق رکھتی ہیں ظاہرا طور پر رنگ دلفریب اور پیکنگ کی صفائی دیدہ زیب ہے اس کی اشاعت سے محض ذاتی نفع مقصود نہیں بلکہ ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق پبلک کی خدمت کرنا اور ہندوستانی اشیاء کی ترویج کو ترقی دینا مدنظر ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ آپ بوتل دیکھ کر اور استعمال کرکے جو بیدار شدہ نوخیز ہندوستان کی صنعت کا اُمید افزا نمونہ ہے اور جس کی ہر چیز دیسی ہے۔ خوش ہونگے اور باوجود اس قدر خوبیاں ہونے کے قیمت اس لئے کم رکھی ہے کہ ہر حیثیت کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔ قیمت فی بوتل ایک روپیہ آٹھ آنے (عیہ) حکیموں اور عطاروں کے علاوہ، تاجران شربت کو بشرطیکہ وہ ایک درجن یا اس سے زیادہ خریدیں ۲ فی روپیہ کمیشن دیا جائیگا۔

نوٹ: اس شربت کی عام مقبولیت کو دیکھکر بہت سے ہمارے ہم پیشہ حضرات ناجائز فائدہ اُٹھانے کی مختلف ترکیبیں نکالتے ہیں مثلاً کوئی اس شربت کا ملتا جلتا نام رکھ لیا ہے۔ لہذا آپ شربت خریدکرتے وقت دھوکا نہ کھائیں بلکہ بوتل پر ہمدرد دواخانہ کا خوشنما لیبل اور اسپر لفظ رجسٹرڈ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

واضح رہے کہ یہ شربت ہمدرد، دواخانہ کی مخصوص چیز ہے اور اصلی صرف ہمدرد دواخانہ دہلی ہی سے ملسکتا ہے۔ "فہرست دواخانہ معہ جنتری ۱۹۲۷ء کا رڈ آنے پر مفت ارسال ہوگی"

پتہ۔ ہمدرد دواخانہ دہلی ——— تار کا کافی پتہ ہمدرد، دہلی

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما گائڈ بک کی ضرورت ہے جو انگلستان کے تمام شہروں، سوسائٹیوں ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات اور آثار قدیمہ وغیرہ سے آپکو مطلع کردے نیز جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن کی ایک سیاح کو

قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے

ایسی کمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop Guide to Great Britain

کا

دوسرا ایڈیشن ہے۔ ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے سٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

اگر آپکو

دمہ

(ضیق النفس)

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہے تو

تأمل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب دوا فروش کی دکان سے فوراً ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا منگوا کر استعمال کیجئے

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دست طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W.1.

جو
دنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے
اور
جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجے کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے
ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت دُنیا کا بہترین فاونٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم" قلم ہی؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصّہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہو سکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کی زندگی بھر کام دے سکتا ہی

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سُرخ اور سُنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دُنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپکو "شیفر" کا

"لائف ٹائم"

لینا چاہئیے!

اگر

آپ تمام دُنیا دو سے قدم آگے رہنا چاہیں تو

انتخاب لاجواب لاہور

کا مطالعہ کریں اس کے مستقل خریداروں کو چھ سو صفحوں کی انعامی کتابیں مفت دی جاتی ہیں انعامی کتابوں کی فہرست اور نمونہ کا رسالہ ۲ آنہ کے ٹکٹ بھیجکر طلب کریں

مینجر انتخاب لاجواب لاہور

حیرت انگیز رعایت

پندرہ روپے کی تین گھڑیاں

صرف دس روپے میں

محصولڈاک اور پیکنگ بھی معاف

آپ کے لئے + آپ کے کمرے کے لئے + بیوی کے لئے

قابل بیگم گولڈن رسٹ واچ	ریلوے ریگولیٹر پاکٹ واچ	مشہور عالم بی ہائیم جرمن میڈ

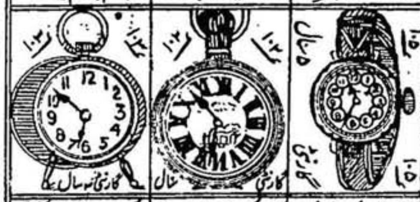

نئے نئے ڈیزائن کی خوشنما فینسی پانچ سال گارنٹی قیمت مع اسٹراپ سات روپیہ آٹھ آنہ محصولڈاک پیکنگ منی آرڈر فیس	مکمل سلور کیس خوبصورت مضبوط ٹائم نہایت صحیح بتانیوالی قیمت مع چین پانچ روپے آٹھ آنے (مع محصولڈاک پیکنگ منی آرڈر فیس)	دیکھنے میں خوبصورت چال کا اچھا پرزوں کا مضبوط ٹائم کا سچا بیحد سستا قیمت دو روپے محصولڈاک پیکنگ منی آرڈر فیس

یہ تینوں گھڑیاں اگر آپ یکمشت طلب فرمائیں تو صرف دس روپے میں بھیجی جائیں گی یہ رعایت محض مال کی نکاسی اور فرم کی شہرت کی وجہ سے ہی اور یہ رعایت اسی وقت تک رہیگی جب تک یہ گھڑیاں اسٹاک میں رہینگی اسکے بعد ہم تمیں کے ذمہ دار نہونگے آپ فوراً ہی آرڈر بھیجدیں ایسا نہ ہو کہ اسٹاک ختم ہوجائے اور آپ کی فرمایش کی تعمیل نہ ہوسکے۔

نوٹ۔ ایک یا دو گھڑی کے خریدار کیلئے کوئی رعایت نہیں ہی۔ اُن سے پوری قیمت مندرجہ چارج کیجائے گی۔ اور محصولڈاک و پیکنگ وغیرہ بھی اُن کو ادا کرنا ہوگا +

ملنے کا پتہ: امریکن واچ ہوس اسٹاکسٹ ویسٹ اینڈ واچ کمپنی نمبر ۸۳ مقام دھلی

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابو الکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہی؟ اور اسلام کی رُواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز و مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھولدیا ہی؟

قیمت بارہ آنے۔ (مینجر الہلال کلکتہ)

فدائیان اسلام پر مصائب کا ہجوم

کیوں ہی؟

اگر آپ کو قوم کے ظاہری و باطنی امراض اور انکے علاج کا علم حاصل کرنا ہے تو الجمعیۃ ملاحظہ فرمائیے۔

"الجمعیۃ" تمام ہندوستان میں ایک ہی اخبار ہی جو علمائ کی زبان کہلانے کا مستحق ہی اور جس کا اہم ترین مقصد ملت بیضا کی محافظت ہی۔ مقدس مذہب اسلام کے خلاف حملوں کا دنداں شکن جواب دینا اور واقعات کی محققانہ تنقید اس کا

مخصوص طریقہ ہی

اس زمانے میں اجتماعی اور تمدنی زندگی کے لئے اخبار بھی ایک ضروری چیز ہوگیا ہی اور ہر قوم کو اپنی تمدنی زندگی قائم رکھنے کے لئے اسکی حاجت ہی۔ اس لئے تمام مسلمانوں کو لازم ہی کہ وہ مذہب کی حفاظت کے فریضے کو تمام فرائض سے اہم سمجھیں اور اس اخبار کو جو مذہب کا محافظ ہی اور اصلاح قوم کا علمبردار بھی اشاعت اور ترقی کے اعلیٰ درجے پر پہنچائیں حق کی آواز جسقدر کثرت سے لوگوں کے کان میں پہنچائی جائے اسیقدر کامیابی ہی

اخبار الجمعیۃ کی پانچ (۵) خصوصیات

(۱) تمام سیاسی و مذہبی مسائل پر عالمانہ و فاضلانہ بحث کرتا ہی۔
(۲) تبلیغ و اشاعت اسلام کے متعلق مسلسل مضامین شائع کرکے مخالفین اسلام کو خاموش کرتا ہی۔
(۳) عربی، فارسی، اُردو، انگریزی اخبارات کے تراجم پیش کرتا ہی۔
(۴) حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند کے فتاوے کی اشاعت کرتا ہی۔
(۵) ایک کالم تفریح کا بھی ہوتا ہی جس سے اُس کی دلچسپی میں اور اضافہ ہوتا ہی۔

ہفتہ میں دو بار شائع ہوتا ہی۔ چندہ سالانہ چھ روپیہ (ﷲ)
ششماہی تین روپیہ چار آنے (ﷲ)

منیجر "الجمعیۃ" دہلی

مطبوعات الہلال بک ایجنسی

معارف ابن تیمیہ و ابن قیم

دینی علوم کے بیش بہا جواہر ریزے

اس سلسلہ میں ہم نے اماموں کی ان نادر و اعلیٰ درجہ کی بلند پایہ عربی تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسلہ شروع کیا ہے، جنکا مطالعہ اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروری و ناگزیر ہے - امید کہ یہ "سلسلۂ تراجم" بد نصیب ہندوستان کی دماغی اصلاح کا کام دے :

اُسوۂ حسنہ — امام ابن قیم کی فن سیرت میں شہرۂ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصہ کا اُردو ترجمہ - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑھائی روپیہ -

کتاب الوسیلہ — لفظ "وسیلہ" کی بحث کے علاوہ امام ابن تیمیہ نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کی مبسوط بحث کی ہے - بلا جلد اڑھائی روپیہ، مجلد سوا تین روپیہ -

اصحاب صفہ — انکی تعداد، ذریعہ معاش، طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے ہیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر — امام ابن تیمیہ کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمہ - چار آنے -

العروۃ الوثقیٰ — خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ کا فرق بدلائل بیان کیا ہے - چھ آنے -

سیرت امام ابن تیمیہ — حضرت امام کے ضروری حالات زندگی نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیے ہیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامہ سید محمد رشید رضا مصری کی تازہ کتاب کا اُردو ترجمہ - سوا روپیہ -

آئمہ اسلام — ترجمہ رفع الملام عن ائمۃ الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامہ — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یہ ایک علمی، اسلامی، سہ ماہی رسالہ ہے جس کے خریدار کو ہم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو، عربی، فارسی، انگریزی، اور دوسری زبانوں کی تمام اہم اور اعلیٰ مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اہتمام کیا ہے۔ اسکے علاوہ آئمہ و اسلام و بزرگان دین کے حالات، لطائف افسانہ، نظمیں اور ممالک اسلامیہ کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے ہوئے حالات درج کیے جاتے ہیں - فی پرچہ ۸ آنہ سالانہ ۲ روپیہ پیشگی -

منیجر الہلال بک ایجنسی

(حلقہ نمبر ۲۴ شیرانوالہ دروازہ لاہور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

السحر الحلال فی مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اردو صحافت کی تاریخ میں الہلال ہی وہ رسالہ ہے جو اپنی تمام ظاہری اور باطنی خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھی -

الہلال اگرچہ ایک ہفتہ وار مصور رسالہ تھا، لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کی مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کی نئی روح پیدا کرنی چاہتا تھا، اِس لئے اُس کا ہر نمبر مختلف اقسام اور مختلف ادراق کا مجموعہ تھا - اُس کے ہر نمبر میں مختلف ابواب، مذہب، سیاست، ادبیات، علوم و فنون، اور معلومات عامہ کے ہوتے تھے - اور اسکا ہر باب اپنی مجتہدانہ خصوصیات کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہوتا تھا - پھر اس کی ظاہری خوبیاں اردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تھیں - اردو کا وہ پہلا ہفتہ وار رسالہ تھا، جس میں ہاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا، اور ٹائپ میں چھپنے کی وجہ سے بہت سی ایسی خوبیاں پیدا ہوئیں جو پتھر کی چھپائی میں ممکن نہیں - اِس کی جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمی، مذہبی، سیاسی، اور اجتماعی مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ ہیں - اِن کی مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے ہوسکتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شائقین علم و ادب نے اِس کی تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیہ میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کی پہلی جلد مکمل (جو دفتر میں بھی موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدی ہے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے ہیں وہ بڑی سے بڑی قیمت پر بھی علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھی محفوظ ملا، ہم نے کوشش کی کہ شائقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کی جاسکتی ہیں مرتب کرلی جائیں اور جن جلدوں کی تکمیل میں ایک دو پرچوں کی کمی ہو انہیں دوبارہ چھپوا لیا جائے۔

چنانچہ الحمدللہ یہ کوشش ایک حد تک مشکور ہوئی اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کی جلدیں پوری مکمل ہوگئی ہیں - ہم اِس اعلان کے ذریعہ شائقین علم و ادب کو آخری موقعہ دیتے ہیں کہ اِس قیمتی ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدی کریں، چونکہ جلدوں کی ایک بہت ہی محدود تعداد مرتب ہوسکی ہے اس لئے صرف اُنہیں درخواستوں کی تعمیل ہوسکے گی جو سب سے پہلے پہونچیں گی - ہر جلد مجلد ہے اور ابتدا میں تمام مضامین کی انڈکس بہ ترتیب حروف تہجی لگادی گئی ہے ۔

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ	الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ
" " " چہارم ۱۰ روپیہ	" " " پنجم ۱۰ روپیہ

جلد "البلاغ" (جب دوسری مرتبہ الہلال اِس نام سے شائع ہوا) قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے ہر جلد کے متفرق پرچے بھی موجود ہیں جن میں سے ہر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے - قیمت فی پرچہ ۸ - آنہ - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ ہے -

منیجر "البلاغ پریس"

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رہنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمہ

یہ ضمیمہ دنیا کي تمام کتابوں پر ہفتہ وار دلچسپ اور وقیع تبصرہ کرتا ھے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم ھے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بھي ھوتے ھیں جنکي اھمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ھے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضہ کیجئے کہ وہ ٹائمز لنڈن کا ھفتہ وار ادبي ضمیمہ آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاھیں تو

The Publisher :
Printing House Square
London, E. C 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے ھیں

دنیا کے ھر معلم اور ماھر فن تعلیم کیلئے

ضروري ھے کہ

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمہ مطالعہ کرے

اگر آپ چاھتے ھیں کہ فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نہ رھیں ' تو آپکو یہ ضمیمہ بلا ناغہ مطالعہ میں رکھنا چاھیے -

یہ ھر ھفتہ اس موضوع پر تمام اھم خبریں اور مباحث جمع کردیتا ھے - ماھرین فن اور مشاھیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب ھوتے ھیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنہ

The Publisher,
Printing House Square
London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے ھیں -

کیا آپ تجارت کرني چاھتے ھیں ؟

اگر آپ چاھتے ھیں کہ یورپ اور امریکہ کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' ھندوستان سے خام پیدا وار بھیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تھوڑي سي محنت اور تھوڑا سا سرمایہ لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاھئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاھئیں - ھندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکہ کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاھئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں ھوسکتے -

اگر آپ چاھتے ھیں کہ بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یہ ساري باتیں با قاعدہ علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاھیے کہ ھم سے خط و کتابت کریں - ھم یہ کام بہ حیثیت ایک ماھر فن کے کر رہے ھیں - خط و کتابت کے بعد ھي آپکو معلوم ھو جائیگا کہ آپکے مقصد کیلئے ھم کس درجہ مفید ھیں ؟

ھمارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے ھیں -

M. R. MARSDEN & CO.
Post Box 708.
Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin–W 35

Post No. 24.

ھر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروري ھیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي ھیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یہ بہترین کارخانہ ھے - مندرجۂ بالا پتہ سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں ' ترکاریوں ' اور ھر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقہ وہ ھے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور ھے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانہ سے مل سکتي ھیں -

Printed and Published by
Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta
Editor : Maulana Abu-al-Kalam Azad.